قصائد

سازِ یک ذرہ نہین فیضِ چمن سے بیکار — سایۂ لالۂ بیداغ سویداے بہار

غرض یہ ہی کہ چمن مین کوئی شے حسن تناسب سے خالی نہین یہانتک کہ لالہ کا سایہ بھی زائد و بیکار نہین ہے وہ سویداے دل بہار ہے۔ لالہ کی صفت بے داغ لانے سے دو باتین پیدا ہوئین ایک تو رنگ بہار کی خوبی کہ لالہ مین داغ نہین ہے دوسرے یہ ہے کہ داغ اگر لالہ مین ہوتا تو وہی سویداے بہار تھا لیکن جب اُس مین داغ نہین ہے تو اسکے سایہ مین تناسب و حسن سویداے بہار کا پیدا ہو گیا۔

مستیٔ بادِ صبا سے ہی بعرضِ سبزہ — ریزۂ شیشۂ مے جوہرِ تیغِ کہسار

پہاڑ کی چوٹی کو فارسی مین تیغ کوہ کہتے ہین تیغ کے لفظ سے خیال تھا و اسطرف منتقل ہوا کہ سبزہ بلندی کوہ جوہر تیغ ہے اور سبزہ کو بوتل کی کرچون سے رنگ و شکل مین مشابہت ہی یہ فقط مستی بادِ صبا کی تاثیر ہے کہ وہ سبزہ جو جوہر تیغ کہسار تھا ریزۂ مینائے مے بن گیا۔ حاصل یہ کہ سبزہ یہ بات عرض کر رہا ہے کہ مستی بادِ صبا سے جوہر تیغ کہسار ریزۂ مینائے شراب بن گیا یہان بہت ہی تکلف آورد سے عرض و جوہر کو جمع کیا ہے۔

سبز ہے جامِ زمرد کیطرح داغِ پلنگ — تازہ ہی ریشۂ نارنج صفت روئے شرار

دونون تشبیہین نہایت بدیع ہین

مستیٔ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت — کہ اس آغوش مین ممکن ہے دو عالم کا فشار

ابر چارون طرف پھیل کر عالم آغوش مین لے لیتا ہے تو حسرت مجھے ہوتی ہے کہ یہ اپنی آغوش مین دو عالم کو لیے ہوئے ہے اور میرا آغوش خالی ہے لیکن اس حسرت کے ساتھ طرب بھی ہے اس سبب سے کہ ابر ہی نہایت طرب انگیز ہے۔

کوہ و صحرا ہمہ معموریٔ شوقِ بلبل — راہِ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

معموری کی جگہ معمورہ بہتر تھا یعنے تمام کوہ و صحرا مین کثرتِ گل کے سبب سے بلبلون کا ہجوم ہے اور جو راہین کہ سنسان پڑی ہوئی تھین اُنمین سے غنچون کے چٹکنے کی صدا آرہی ہے

سونپے ہے فیضِ ہوا صورتِ مژگانِ یتیم — سرنوشتِ دو جہان ابر بیک سطرِ غبار

کہتے ہین ہوا سے ہر شے کو ایسی سیرابی پہونچ رہی ہے کہ ایک سطر کو جو بخط غبار لکھی ہوئی ہو سرنوشت ابر بلکہ دو صد ابر حاصل ہے پھر اسکی تشبیہ مین عجب نازک خیالی کی ہے کہ وہ سطر غبار جسے سرنوشت دو صد ابر حاصل ہے اُس کو مژگان یتیم سے تشبیہ دی ہے اسلیے کہ طفل یتیم کی مژگانِ خاک آلودہ بھی ایک سطر بخط غبار ہے جسکی قسمت مین برسون رونا لکھا ہوا ہے۔ دو جہان کا لفظ محض معنی کثرت کے لیے ہے جیسے لفظ دو صد ہوا اور غبار و ابر و سرنوشت و سطر ضلع کی لفظ ہین۔

کاٹ کر پھینکیے ناخن تو بانداز ہلال — قوتِ نامیہ اُسکو بھی نہ چھوڑے بیکار

یعنے ہلال کی طرح ناخن بھی بڑھ بڑھکر بدر ہو جائے۔

کفِ ہر خاکِ بگردون شدہ قمری پرواز — دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ طاؤس شکار

لفظ خاک کو بکسرہ توصیفی پڑھنا چاہیے اس لیے کہ بگردون شدہ اُس کی صفت ہے نہ خبر اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ آتش زدہ مین دو صورتین پیدا ہین۔ ایک یہ کہ آگ سے مشبک ہو جاتا ہے اور دام کی شکل ظاہر کرتا ہے دوسرے یہ کہ اُس سے شعلہ بلند ہوتا ہے یعنے طاؤس کو شکار کرتا ہے حاصل یہ کہ فیض بہار نے ہر شے مین جان ڈالدی ہے کہ ہر کف خاک قمری بن گئی اور ہر شعلہ طاؤس بنگیا

میکدہ مین ہو اگر آرزوئے گلچینی — بھول جا یک قدح بادہ بطاقِ گلزار

یعنے اگر تو ایسا میکدہ چاہتا ہے کہ شراب بھی پیتا جائے اور پھول بھی توڑتا جائے تو ایک جام شراب طاق دیوار باغ مین رکھ کر بھول جا پھر دیکھ کہ تاثیر نشو و نما ایک قدح سے ہزار قدح پیدا کرے گی جیسے ایک تخم سے ہزارون کٹورا سے گلاب پیدا ہو جاتے ہین اور ایک طاق سے ہزار محراب کا میخانہ نکالے گی جس طرح ایک قلم سے ہزار شاخ کا درخت پیدا ہو جاتا ہے

موجِ گل ڈھونڈھ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ — گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار

یعنے فیض ہوا گوشۂ میخانہ کو غنچہ اور دستار کو موج گل بنا دے گا۔

کھینچے گر مانیِ اندیشہ چمن کی تصویر — سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو خطِ پرکار

باغ کی تصویر اُتارنے مین یہ تاثیر ہے کہ مصور کا خط پرکار سبزۂ خط بنجاتا ہے۔

اس شعر میں یہ نظر ہے کہ مانی کے لیے پرکار و موقلم تصویر کھینچنے میں البتہ ضرور ہے لیکن
مانی اندیشہ کو تصویر اتارنے میں پرکار کی کیا ضرورت ہے بتا دیں اس کا یہ جواب
ہو سکتا ہے کہ پرکار سے بھی پرکار اندیشہ مراد ہے۔

لعل سے کی ہے پئے زمزمۂ مدحت شاہ — طوطیٔ سبزۂ کہسار نے پیدا منقار

کہسار میں لعل بھی ہے اور سبزہ زار بھی ہے گویا سبز طوطا لال چونچ کا منقبت
سرائی کے لیے پیدا ہوا ہے۔

وہ شہنشاہ کہ جسکی پئے تعمیر سرا — چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار

اس شعر کی بندش میں نہایت خامی ہے کہ مطلب ہی گیا گزرا ہوا غرض یہ تھی
کہ دیدۂ جبریل کے آنکھوں کے تئیں خشت دیوار موصول کا اگر دیجئے کا منصل الیہ
لو تو (جسکی) پڑھیں اور اگر سر کی اضافت لو تو (جسکی) پڑھنا چاہیے اس قسم کی ترکیبیں
خاص اہل کتب کی زبان ہے شعرا کو اس سے احتراز واجب ہے۔

فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور — رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار

یعنے اُسکے قصر کی تعمیر کے لیے عرش خم دوش مزدور ہوا اور رشتۂ سلسلۂ فیضان
ازلی معمار کی ڈوری بنے کے لیے ہجوم کا لفظ کثرت خمیدگی کے بیان کے لیے ہے
اور ساز یعنے اسباب و سامان ہے۔

سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام — رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار

سبزۂ نہ چمن استعارہ نو آسمانوں سے ہے اور حرف عطف دونوں مصرعوں میں یعنے
مساوات کے لیے ہے اور اس شعر میں بلندی قصر کی تعریف مقصود ہے یعنے سبزۂ نہ فلک و
سبزۂ پشت لب بام برابر ہے اور بلندی ہمت عارف و اس قصر کا اوج یکساں ہے
اسطرح کا عطف معنی مساوات کے لیے فارسی سے اردو میں آیا ہے ورنہ خاص اردو میں
معنے مساوات کیلیے حرف نفی سے عطف کرتے ہیں میر انیس مرحوم فرماتے ہیں ع گورے
نہ انکے پانوں نہ بدر دیکھے منیر۔ یعنے انکے گورے گورے تلوے اور چاند کا منہ برابر ہے۔

واں کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پر کاہ — وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار

یعنے پر کاہ کے مقابلہ میں بال پری قابل نفرت ٹھہرے اور یہ مبالغہ غیر عادی ہے اس لیے

کہ بیزار ہونے کا کوئی سبب نہیں۔

خاک صحرائے نجف جوہر سیر عرفا — چشم نقش قدم آئینۂ بخت بیدار

یعنے اہل عرفان جب صحرائے نجف میں سیر دشت کرتے ہیں تو اپنے آئینۂ نقش قدم میں
بخت بیدار کی صورت دیکھ لیتے ہیں اور وہاں کی خاک کو اپنا جوہر اپنا ہنر جانتے
ہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن جوہر سیر عرفا انوکھی ترکیب ہے۔

ذرہ اُس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز — گرد اُس دشت کی اُمید کو احرام بہار

دونوں مصرعوں کی ترکیب کا متشابہ ہونا اور مصرعوں کے درمیان خورشید و امید کا
سجع آنا باعث حسن شعر ہوا پھر لفظ گرد کی تکرار اور بھی آئینہ کو جلا دے گئی۔ آئینۂ ناز
وہ آئینہ جس میں منہ دیکھنا باعث فخر و ناز ہے اور دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے
کہ امید وہاں کی گرد کو فصل بہار کا جامۂ احرام سمجھتی ہے۔

آفرینش کو ہے واں سے طلب مستی ناز — عرض خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

موج غبار میں انگڑائی کی صورت پیدا ہے اور انگڑائیاں نشہ کی حالت میں آتی ہیں غرض
یہ ہے کہ جو موج غبار ہے وہ آفرینش ایجاد کی انگڑائی ہے کہ نشہ اتر گیا ہے شراب فخر و ناز کی
طلب ہے حاصل یہ ہے کہ وہ سرزمین پیدا کر کے آفرینش کو بار بار فخر و ناز ہوتا ہے۔

فیض سے تیرے ہے اے شمع شبستان بہار — دل پروانہ چراغاں پر بلبل گلزار

پروانہ کا معشوق چراغ ہے اور بلبل کا محبوب گل۔ تیرے فیض نے اُسکے دل کو چراغاں
اور اُسکے پر کو گلزار بنا دیا حاصل یہ کہ تجھ سے سب کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں۔

شکل طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز — ذوق میں جلوے کے تیرے بہوائے دیدار

یعنے تیرے جلوہ کے ذوق اور تیرے دیدار کے شوق میں ایک آئینہ تو کیا سارا
آئینہ خانہ پرواز کرے۔ آئینہ خانہ و طاؤس کی تشبیہ بہت ہی بدیع ہے۔

تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردوں — سلک اختر میں مہ نو مژۂ گوہر بار

یعنے سلک اختر آنسوؤں کی لڑی ہے اور گوہر اشک غم سے استعارہ ہے اس میں
یہ اشارہ ہے کہ اس غم میں آنسو کو موتی کا رتبہ ہے۔

ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز — ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استظہار

ترا نقش پا عبادت کے لیے سجدہ گاہ اور تیرا حوصلہ ریاضت کے لیے پشت پناہ ہے۔

ہم اس شعر میں اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مدح میں تیری نہاں زمزمۂ نعتِ نبی — جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ ابرار

یعنی جس نے تیری مدح کی اُس نے نبی کی مدح کی اور جس نے تیرا جام پی لیا وہ سرشار بادۂ اسرار ہو گیا۔

جوہرِ دستِ دعا آئینہ یعنی تاثیر — یکطرف نازشِ مژگان و دگر سو غمِ خار

جوہر دست دعا آئینہ کی ترکیب اُردو تو کیا فارسی میں بھی غریب ہے۔ دستِ دعائے ممدوح کو آئینہ فرض کیا ہو اور آئینہ دستِ دعا کو بقلب اضافت دست دعا آئینہ کہا ہی۔ اور آئینہ میں جو جوہر ہوتا ہو تو آئینہ دست دعا کا جوہر کیا ہو تاثیر ہی اور جوہر آئینہ کو مژگان سے اور خار سے تشبیہ دیا کرتے ہین اسی مناسبت سے لفظ مژگان و خار کو دوسرے مصرع مین لائے ہین۔ غرض یہ ہی کہ ممدوح کے آئینہ دست دعا کا جوہر تاثیر دو وصف رکھتا ہو ایک تو یہ کہ نازش مژگان کا باعث ہے یعنی مژگان کا ممدوح کو اس تاثیر دعا پر ناز ہی اس لیے کہ دعا کے وقت مژگان سے بھی اشک ٹپکتے تھے اب دعا کے قبول ہونے پر مژگان کو کیونکر ناز نہو دوسرے یہ کہ جوہر تاثیر خار حسرت کے لیے غم کا سبب ہی اسلیے کہ جب دعا نے تاثیر کی اور مراد آ گئی تو پھر حسرت کجا یا یہ غرض ہے کہ جوہر تاثیر رشکِ مژگان خوبان و رشک افزائے خار مغیلان ہی نہ کسی قرہ مین ایسی ناوک شکنی نہ کسی خار مین ایسی نشتر شکنی ہی بہر حال بندش کی سُستی اور مضمون کی ناتمامی سے یہ شعر خالی نہیں۔

مردمک سے ہو عزا خانۂ اقبالِ نگاہ — خاکِ در کی ترے جو چشم نہو آئینہ دار

آئینہ دار کے معنے یہان خادم و فرمان بردار کے ہین کہتے ہین جو آنکھ تیرے خاکِ در کی تابع فرمان نہو اُسکی نگاہ اقبال و سعادت کا عزا خانہ بنجائے اور مردمک سے سیاہ پوشی مردمک مقصود ہے جو کہ سوگ نشینوں کے لیے مناسب ہو مصنف کی غرض یہ ہی کہ جس آنکھ کی پتلی تیرے در کی بندہ فرمان نہو وہ ہمیشہ اقبال و کامیابی کے سوگ میں سیہ پوش رہے۔

دشمنِ آلِ نبی کو بطرب خانۂ دہر — عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو طاقِ دیوار

انگڑائی کو موج سے مناسبت ہے اس سبب سے خمیازۂ سیلاب کو موج سیلاب کا استعارہ

سمجھنا چاہیے یعنے طرب خانۂ دہر کی ہر ایک محراب و ہر ایک طاق اسکے حق مین موج سیلاب بنجائے اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرب خانہ مین سیلاب آ جائے وہ ڈوبے جائے گا۔

دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک پرتوِ شوق — فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقم سرشار

آنکھ سے لے کر دل تک ایک آئینہ پر توِ شوق ہی اور اسی معنے شوق سے ساغر راقم سرشار ہے۔ ساغر دیدہ و دل سے استعارہ ہے۔ خط کا لفظ محض معنی کی مناسبت سے لائے ہین۔ اور لفظ راقم بہت ہی مبتذل لفظ ہے ان معنی پر راقم شعرا کی زبان نہیں ہے۔

دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں — ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہوتا خودبین

مسئلہ تصوف ایک یہ بھی ہی کہ حقائق ممکنات کو ذات واجب الوجود سے ایسا تعلق ہے جیسا آفتاب کو اجسام مرئیہ سے ہے کہ جیسی جس جسم کی قابلیت ہو ویسا ہی نور اُسپر آفتاب سے پہونچتا ہو مثلاً سیاہ پتھر کو بہت کم فیضان نور پہونچتا ہے اور آئینہ مین آفتاب سارا اُتر آتا ہے اسی طرح ہر ماہیت ممکنہ مین جلوہ وجود واجب تعالیٰ کچھ نہ کچھ پہونچ رہا ہے اور تمام دہر کی ہستی اُسی کا پرتو وجود ہے اگر اُسے اپنا پرتو وجود دیکھنا منظور ہوتا تو نہ ہم ہوتے نہ تم یا یون سمجھو کہ عالم مین ہر شے مظہر قدرت خدا ہے اور سارا عالم اسکی خود بینی کا آئینہ خانہ ہے۔

بیدلیہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق — بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

یعنے افسوس ہو کہ تماشا اور اس بیدلی سے کہ جس سے نہ کچھ عبرت حاصل ہو نہ کچھ مزہ ملے اور تمنا اور اس بیکسی مین کہ نہ دین ہی ملا نہ دنیا حاصل ہوئی۔ تماشا سے تماشائے عالم مراد ہے اگر اس سے عبرت حاصل ہو تو دین کا نفع ہی اور اگر اُس سے کچھ لطف ملے تو دنیا کا مزہ ہے۔ یہان بیدلی اور بے دماغی کے سبب سے نہ تماشائے عالم سے عبرت کا سبق لیا نہ اُس سے کچھ لطف ہی اُٹھایا افسوس ہے تمنا کی بیکسی پر کہ نہ دین کی ہوئی نہ دنیا کی۔

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم — لغو ہے آئینۂ فرقِ جنون و تمکین

یعنے ماسوائے باری کی ہستی و عدم مین گفتگو کرنا بیہودگی ہی دونون باتین نہین ثابت اور جنون و ہوشیاری دیوانگی و فرزانگی مین امتیاز کرنا لغو ہی جسے ہوشیاری سمجھتے ہین وہ بھی دیوانگی ہے زیر و بم اور ہستی و عدم مین نفی و نثر غیر مرتب ہے زیر سے عدم اور بم سے ہستی مراد ہے۔

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت — سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسین

حاصل یہ کہ جو لوگ معنی شناسی کا دعوی کرتے ہین انکو محض ظاہر داری مقصود ہے اور جو لوگ حق گوئی کا دم بھرتے ہین ان کو محض تحسین و ستائش مطلوب ہی معنی شناسی وہ اچھی جس مین ظاہر داری کا لگاؤ نہو اور حق گوئی وہ معتبر جس مین تحسین اپنی کوئی غرض نہو۔ نقش معنی سے تحریر معنی مراد ہے جس مین خمیازہ کی صورت پیدا ہوا اور خمیازہ علامت خمار کی ہی اسی خمار کے دفع کرنے کے لیے شراب تحسین کے پیالہ کی ضرورت ہوئی ہے۔ سخن حق وہ پیمانہ ہے جو ذوق تحسین کے ہاتھ مین ہے یعنے اس پیمانہ کو شراب تحسین سے بھرنا مقصود ہے۔

لافِ دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم — دُردِ یک ساغرِ غفلت ہی چہ دنیا و چہ دین

جو کوئی معاملات دنیا مین دانشمندی کا ادعا کرتا ہی اسکا خیال غلط ہی جو کوئی دین مین نفع عبادت کی امید رکھتا ہی اسکا خیال بیجا ہی حاصل غرض یہ ہو کہ دنیا و دین دونون غفلت کے ہاتھون خراب ہین جسطرح شراب کی تلچھٹ قابل اعتبار نہین ہوتی اسی طرح دنیا و دین ساغر غفلت مین تہ نشین ہین۔

مثلِ مضمونِ وفا باد بدستِ تسلیم — صورتِ نقشِ قدم خاک بفرقِ تمکین

باد بدست ہونے سے پشیمانی و حیرانی اور خاک بسر ہونے سے ذلت و پریشانی مراد ہے یعنے وفا کی طرح تسلیم و بندگی سے کوئی فائدہ نہین ملتا اور نقش پا کیطرح تمکین و بادداری سے ذلت ہی کا سامنا ہے یعنے دنیا مین ان صفات حسنہ کی کچھ قدر نہین یہ دوسرا پہلو بد دعا کا بھی ہے۔

عشق بے ربطیِ شیرازۂ اجزای حواس — وصل زنگارِ رخِ آئینۂ حسنِ یقین

یعنے اہل ہوش کے نزدیک اس زمانہ مین یہی اسی کا نام عشق ہی اور اہل یقین کی نظر مین آئینہ یقین کا زنگار وصل ہی اگر آئینہ یقین بیجلا ہوتی تو جلوہ معشوق نے

مین خود دکھائی دیتا اور اس سے مفارقت ممکن ہی نہوتی۔

کوہکن گرسنہ مزدورِ طربگاہِ رقیب — بیستون آئینۂ خوابِ گرانِ شیرین

فرہاد کے عشق کو ہم نہین مانتے وہ خسرو کے محل کا نا فرودری مزدور تھا خاک بھی شیرین پر اثر نہوا اسکے خواب گران غفلت کی تصویر کوہ بیستون کو سمجھو جسپر کوہکن پتھر ڈھوتے ڈھوتے سر پھاڑ کر مر گیا۔

کس نے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز — کس نے پایا اثرِ نالۂ دلہائے حزین

استفہام سے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہے بلکہ از راہ انکار ہے یعنے اس زمانہ مین وفاداروں کی آہ مین آنچ باقی رہی نہ درد رسیدون کے نالون مین اثر رہا۔

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہان ہون لیکن — نہ سر و برگِ ستائش نہ دماغِ نفرین

زمزمہ کا لفظ طعن سے کہا ہے یعنے اہل دنیا جو کچھ ہرزہ سرائی کرتے ہین سن لیتا ہون لیکن یہان نہ سر آفرین ہی نہ دماغ نفرین۔ سر و برگ ستائش معنے سر ستائش کے محل پر کہہ دیا ہے یہ تکلف سے خالی نہین۔

کسقدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ — یک قلم خارجِ آدابِ وقار و تمکین

اہل دنیا کی نافہمی و غلط انکاری پہ نفرین کرتے کرتے خود متنبہ ہوا کہ تمکین و خودداری کے خلاف یہ فعل کیسا مجھ سے سرزد ہوا تھا یہان سے تشبیب و تمہید سے گریز کی عیاذاً باللہ اور معاذ اللہ یعنے خدا کی پناہ اردو مین بھی محاورہ عرب کے موافق استعمال مین آتا ہے

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیان تحریر — یا علی عرض کر اے فطرتِ وسواس قرین

نقش بمعنی تعویذ اس شعر مین ہی یعنے وسواس کے دفع کرنے کو لاحول کا نقش لکھ اور یا علی کا اسم پڑھو۔ وسواس قرین مین دونون لفظ عربی ہین اور ترکیب فارسی کی ہی یعنے وہ شخص و وسواس جسکے قرین ہو ایسا تصرف سراسر تکلف ہی۔ ہذیان تحریر کے ہی لیکن فارسی مین سبکون بھی نظم ہوا کرتا ہے۔ سنجر ترتیب سوختہ جانان ہمہ ہذیان۔

مظہرِ فیضِ خدا جانِ و دلِ ختمِ رسل — قبلۂ آلِ نبی کعبۂ ایجادِ یقین

ختم بمعنے خاتم ہے۔

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرمِ خرام — ہر کفِ خاک ہی وان گردۂ تصویرِ زمین

یعنے انکی حضرت کی ذات سرمایۂ آفرینش ہے اگر کہین سرگرم خرام ہون تو اسکی

تاثیر سے ہر کفِ خاک زمین کے بنا لینے کا گر وہ خاکہ بنجائے کہ اُس خاک سے بہت سی
وسیفین ایجاد ہو سکین ہو اغراق نا مقبول ہے اگر یہ معنی لین کہ اُس خاک سے بہت سی
تصویرین زمین کی بنا سکین تو کوئی قبح نہین نکلتی۔

جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اُس کا جس جا — وہ کفِ خاک ہی ناموسِ دو عالم کی زمین

یعنے اُن کے قدم کی خاک سے دو عالم کو آبرو و شرف حاصل ہے۔

نسبت نام سے اُسکے ہی یہ رتبہ کہ رہے — ابدا پشتِ فلک خم شدۂ نازِ زمین

علی علو سے مشتق ہے تو علو فلک مین بھی ہے اور علی مین بھی ہے اور فلک کو اُن حضرت کے نام کے ساتھ نسبت ہے اور اس نسبت سے اُسکو رتبہ بلند حاصل ہو گیا ہے لیکن وہ حضرت اہل زمین مین سے ہین اس سبب سے زمین کا احسان فلک پر ہوا اور بار احسان اور ناز زمین کا اُٹھاتے اُٹھاتے پشت فلک خم ہو گئی اور ابد تک زمین اس بات پر ناز کیے جائے گی اور احسان رکھے جائیگی اور ہمیشہ پشت فلک اُسکے بوجھ سے خم رہے گی یہ بنائے ہوئے معنے ہین جو ہم نے بیان کیے ورنہ غرض مصرع کی یہ ہے کہ حضرت کی کنیت ابو تراب ہے اس سبب سے زمین فلک پر ناز کر رہی ہے کہ تراب زمین پر ہے لیکن جب ابو تراب کا لفظ ذہن شاعر ہی مین رہ گیا تو کیونکر اس شعر کو با معنے کہہ سکتے ہین۔

فیضِ خلق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا — بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگین

یعنے ممدوح کے خلق کا فیض گل کو پہونچا ہے اسی سبب سے نفس باد صبا بوئے گل سے عطر آگین ہے۔

برشِ تیغ کا اُسکی ہے جہان مین چرچا — قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

یعنے ممدوح کی تلوار موجود کو معدوم کرتے کرتے کہین سر رشتۂ ایجاد ہی کو قطع نہ کر دے اغراق مبتذل ہے۔

کفر سوز اُس کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے — رنگِ عاشق کی طرح رونق بتخانۂ چین

رنگ کا ٹوٹنا اور رونق کا ٹوٹنا اُردو محاورہ نہین ہے مصنف مرحوم نے اپنی عادت کے موافق فارسی کا ترجمہ کر لیا ہے (ٹوٹے) کی جگہ (اُڑ جائے) پڑھنا چاہیے وہ اس شعر مین ایسا کے معنے پر ہے اور بندش مین گنجلک ہو گئی ہے۔

جان پناہا دل و جان فیضِ رسانا شاہا — وصیِ ختمِ رسل تو ہی بفتوائے یقین

(دل و جان فیض رسانا) یعنے دل و جان کو فیض پہونچانے والے اُردو تو اُردو ایسی ترکیبین فارسی مین بھی لانا خلاف فصاحت ہے یہ ترکیب بھی حکیم مومن خان صاحب کے اس مصرع سے کم نہین ہے ع رحمے بحال بندہ خدایا گنہگار تھا۔ غرض مصنف کی یہ ہے کہ ممدوح وصی پیغمبر ہین اُن سے معارف و ولایت و علوم نبوت کو اخذ کیا ہے جس کا فیض روحانی ہے۔ یہان مصنف مرحوم نے ان حضرت کے وصی ہونے پر یقین کا دعویٰ کیا ہے اسوجہ سے کہ وصی ہونا متواترات سے ہے اور خبر متواتر کا یقین ضروری ہے جسدن رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی حضرت علی علیہ السلام کو بلا بھیجا جب تک وہ حاضر ہون تین مرتبہ پوچھا علی آئے علی آئے علی آئے۔ غرض کہ آفتاب نکلنے کے پہلے حضرت آکر حاضر ہوئے اور وہان جو جو بی بیان تھین سب ہٹ گئین فکان علی علیہ السلام فکان آخر الناس بہ عہدا فجعل یسارّہ و یناجیہ حضرت علی جھکے ہوئے تھے اور سب کے آخر مین رسول اللہ صلعم سے انھین نے ملاقات کی وہ حضرت اُن سے اسرار کہنے لگے اور چپکے چپکے باتین کرنے لگے۔ پھر اسکے بعد جب صحابی جلیل حضرت حجر بن عدی رض مع اعوان و اصحاب پا بزنجیر ہو کر شام مین پہونچے جلاد تلوار کھینچے ہوئے سر پر آکھڑا ہوا اور کہنے لگا اے ابو تراب کے دوستو اگر اسوقت بھی تم اپنے کفر سے باز نہ آؤگے اور ابو تراب پر لعنت اور تبرا نہ کروگے تو مجھے تم سب کے قتل کرنے کا حکم امیر المومنین نے دیا ہے یہ سنکر حضرت حجر اور اُنکے رفقا بولے کہ جو بات تو چاہتا ہے اُس کے قبول کرنے سے قتل ہو جانا ہمین آسان تر ہے اور خدا اور اُس کے نبی اور اُن کے وصی کے پاس جانا ہمارے لیے آگ مین جانے سے بہتر ہے ان الصبر علی حد السیف لا یسر علینا مما تدعونا الیہ ثم القدوم علی اللہ و علی نبیہ و علی وصیہ احب الینا من دخول النار۔ امام حسن ع کی خبر وفات جب دشمنون نے خوش ہو کر ابن عباس رض کو پہونچائی تو وہ کہنے لگے۔ لئن اصبنا بہ فقد اصبنا بسید المرسلین امام المتقین و رسول رب العالمین ثم بعد بسید الاوصیاء۔ یہی ایک مصیبت ہمارے لیے تھوڑی ہوئی ہے ہم پر تو سردار مرسلین و پیشوائے متقین و رسول رب العالمین کے مرنے کی پھر اُنکے بعد سید الاوصیا کے گزرنے کی مصیبت

بھی پڑ چکی ہی پھر ایک دفعہ حضرت علیؑ نے دو مینڈھے قربانی کیے جب اس کا
سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے رسول اللہؐ وصیت کر گئے ہین کہ انکی طرف سے بھی
قربانی کیا کرون۔ اور رسول اللہؐ کا قرض بھی بعد انکے حضرت علیؑ نے ادا کیا ہی
ان سب باتون سے بڑھکر یہ ہی کہ ام المومنین عائشہؓ جنھون نے حضرت علیؑ
سے قتال کیا ہے اُن کے منہ پر لوگون نے کہا کہ علی وصی ہین ذکروا عند عائشہ
ان علیا کان وصیا۔ یہ سنکر اُنھون نے کہا کب وصی کیا میری آغوش مین
تو اُن حضرت کا دم نکلا یہ اُسی زمانہ سے حضرت کا وصی ہونا ایسا مشہور تھا
کہ ہذیل بن شرحبیل تعجب سے کہتا ہو کہ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکرؓ اور
وصی رسولؐ پر حکومت کرین ابو بکرؓ کو تو یہ آرزو تھی کہ رسالت مآب کسی کو مقرر کر دین
تو اُسکی اطاعت کا حلقہ اپنے گلے مین ڈالین یہ سب باتین تو ایسی ہین جن کا کسی
نے انکار نہین کیا اسکے علاوہ حکیم بن جبیر سا محدث جلیل بطرق متعددہ روایت
کرتا ہے کہ سلمانؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کا وصی کون ہے فرمایا میرا وصی
میرا ہمراز میرے اہل بیت میرا جانشین اور سب مین بہتر بعد ممتاز علی بن ابی طالب
ہے۔ دوسری روایت مین حضرت بُریدہؓ سے فرمایا ہر نبی کا وصی ہوتا ہی میرا وصی
اور میرا فرزند علی ہی۔ ایک روایت ابوذرؓ سے ہی کہ فرمایا مین خاتم النبیین ہون اور
علی خاتم الاوصیا ہین لیکن امام احمد اور عقیلی اور ابن جوزی وغیرہ نے حکیم بن جبیر سے
ایسی ایسی روایتین سنکر انھین محدثین ضعفا مین داخل کر دیا۔

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر
نام نامی کو ترے ناصیہ عرش نگین

ممدوح سے کہتے ہین تیرا منبر دوش پیمبر ہے اور تیرے نام کا نگین پیشانی
عرش انور ہے۔

کس سے ممکن ہو تری مدح بغیر از واجب
شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین

واجب وہ ہو جو خود بخود موجود ہو۔ اصطلاح فلسفہ مین واجب خدا کو کہتے ہین مطلب یہ
ہے کہ ممدوح کی ذات کو واجب تعالی کے ساتھ ایسا ربط ہے جیسا کہ شمع کو شعلہ
سے ہی یعنی وہ حضرت فنا فی اللہ ہین انکی مدح سوائے خدا کے کسی سے نہین ہو سکتی
جیسے شمع کا فروغ شعلہ کے سوا نہین ہو سکتا۔ آئین بستن زینت دینے کے معنی پر ہے

آستان پر ہے ترے جوہر آئینۂ سنگ
رقم بندگی حضرت جبریل امین

سنگ سے سنگ آستان مراد ہو یعنے تیری چوکھٹ کا پتھر ایسا ہے جیسا آئینہ حضرت
جبریلؑ کے سجدون کے نشان ہین وہ سب نشان گویا اس آئینہ کیلیے جوہر ہین۔

تیرے در کے لیے اسباب نثار آمادہ
خاکیون کو جو خدا نے دیے جان و دل و دین

اس شعر مین اسباب کا آمادہ کرنا محاورہ اردو کے خلاف ہے اسباب کا مہیا کرنا
محاورہ ہی اور آمادہ کرنا اردو مین ترغیب دینے کے محل پر بولتے ہین فارسی کا
ترجمہ کر لینے مین مصنف مرحوم کی جرات اسقدر بڑھی ہوئی ہو کہ انکے کلام سے اردو کے
محاورات کوئی نہین سیکھ سکتا۔

تیری مدحت کیلیے ہین دل و جان کام و زبان
تیری تسلیم کو ہین لوح و قلم دست و جبین

یعنے تیری مدح سرائی کرنے کے لیے دل و جان دونون ملکر کام و زبان بن گئے ہین
اور تجھے تسلیم کرنے کے لیے قلم اور لوح دونون ملکر دست و جبین ہو گئے ہین
ہندیون مین تسلیم اسی کا نام ہے کہ ماتھے پر ہاتھ رکھین۔

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائش فردوس برین

اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ جو مدح کرتا ہی اُس کے واسطے بہشت آراستہ
کیے جاتے ہین۔

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد
کہ سوا تیرے کوئی اُس کا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہی گستاخ طلب
ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

اجابت کو آمین کہنے سے قبول ہو جانا مراد لیتے ہین

غم شبیرؓ سے ہو سینہ یہان تک لبریز
کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

سینہ کا غم سے بھر جانا فارسی والون کا محاورہ ہی اردو مین دل کا غم سے بھرنا
بولتے ہین۔ اس شعر مین مصنف نے یہ مطلب بیان کیا ہی کہ دل جب غم سے بھر آتا ہی
تو آنکھون کی طرف سے چھلکتا ہے۔

طبع کو الفت دلدل مین یہ سرگرمی شوق
کہ جہانتک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبین

یعنے اسقدر شوق ہو کہ جب وہ قدم رکھے مین اپنی جبین کو اُسکے لیے فرش کردون
دوسرے مصرع کا مضمون فارسی سے ماخوذ ہی لیکن اُردو کے محاورہ مین بھی کیا
پورا اُترا ہی کہ تعریف نہین ہو سکتی یہان فارسیت کلام کا زیور ہو گئی۔

دلِ اُلفت نسب و سینۂ توحید فضا   نگہ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین

دل کی صفت اُلفت نسب اور سینہ کا وصف توحید فضا دونون نگینین ایسی
نہل ہین کہ خدا ہی جو اُسکے معنے کچھ بن سکین۔ دوسرا مصرع بہت خوب کہا ہے نگاہ
کی صفت جلوہ پرست اور نفس کا وصف صدق گزین خاتم و نگین کا حسن دے
رہا ہے مطلب مصنف کا یہ ہے کہ دل مین ہو جوش ولا سینہ مین نورِ عرفان۔

صرفِ اعدا اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ   وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوس برین

رنگینی گل کا شعلہ سے اور پیچ و تاب سنبل کا دھوئین سے مقابلہ کرنا مقصود ہی صرف
وقف کا سجع اور اعدا و احباب دوزخ و فردوس کا تقابل بھی لطف سے خالی نہین۔

ہان مہِ نو سنین ہم اُس کا نام   جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

ہلالِ عید سے خطاب ہی۔

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح   یہی انداز اور یہی اندام

رمضان کی چھبیسوین شب پچھلے کو روزہ دار چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اُس دن
نہ دکھائی دیا تو گمان غالب ہو جاتا ہے کہ اُنتیس کا چاند ہوگا پھر ستائیسوین شب
بھی نماز صبح کے وقت چاند کو ڈھونڈھتے ہین اگر اُس دن دکھائی دے گیا تو گمان
غالب ہو جاتا ہی کہ تیس کا چاند ہے ان دونون تاریخون کا چاند ہلال کیطرح
باریک و منحنی ہوتا ہے یہی دونون دن مصنف نے مراد لیے ہین ~

بارے دو دن کہان رہا غائب   بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

یعنے تحت الشعاع کے ایام جن دنون مین چاند چھپا رہتا ہے ~

اُڑ کے جاتا کہان کہ تارون کا   آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

ہلال کو مچھلی سے بھی تشبیہ دیا کرتے ہین اور مچھلی تڑپ کر اُڑتی ہے اُڑنے کا
لفظ بھی مناسب واقع ہوا ہے۔

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص   حبذا اے نشاطِ عامِ عوام
عذر مین تین دن نہ آنے کے   لے کے آیا ہے عید کا پیغام

چاند کے چھپنے کا زمانہ دو دن سے زیادہ اور تین دن سے کم ہی اسی سبب سے
مصنف نے تیسرے شعر مین کسر کو چھوڑ کر دو دن کہے اور اس شعر مین کسر کو بڑھا کر
تین دن کہے اور یہ بات محاورہ و عادات مین جاری ہے۔

اُس کو بھولا نہ چاہیے کہنا   صبح جو جاوے اور آوے شام

کس لطف سے اس مثل کو موزون کیا ہی کہ صبح کا بھولا شام کو آئے تو اُسے بھولا
نہین کہتے۔ اور کس محل پر صرف کیا ہی۔ چھبیسوین یا ستائیسوین کی صبح کو چاند
نکلکر پھر اُنتیسوین یا تیسوین کی شام کو دکھائی دیتا ہی اس سے لطف کلام ظاہر ہے۔

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا   تیرا آغاز اور ترا انجام

اس شعر مین (کہ) کی توجیہ اشکال سے خالی نہین لیکن (کہ) اس مقام پر محاورہ مین
بول بھی جاتے ہین۔ مطلب یہ ہی کہ ایک مین نے تجھسے رازِ دل پوچھا تو کیا ہوا۔
(کہ) یہ تو سبھی کو معلوم ہی کہ تو بدر سے گھٹتے گھٹتے فنا ہو گیا تھا اب پھر چمک کر نکلا
آغاز سے کمال مراد ہے اور انجام سے چھپ جانا مقصود ہے اور کاف
یہان تعلیل کے معنے پر ہے۔

رازِ دل مجھسے کیون چھپاتا ہی   مجھکو سمجھا ہے کیا کہین نمّام
جانتا ہون کہ آج دنیا مین   ایک ہی ہے اُمید گاہِ انام

تو اپنی اُمید گاہ کو لاکھ چھپائے مگر وہ چھپ کب سکتی ہے ایک ہی آستانہ تو
مرجع خلق ہے اُسکے سوا اور مجھے کس سے اُمید فروغ ہو سکتی ہے۔

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش   غالب اُسکا مگر نہین ہے غلام
جانتا ہون کہ جانتا ہے تو   تب کہا ہے بطرزِ استفہام

ہلال سے کہتے ہین کہ تو اُس در کا حلقہ بگوش ہے تو کیا مین غلام نہین ہون
مجھے معلوم ہے کہ تجھے میری غلامی کی خبر ہے اس سبب سے بطرز استفہام انکاری
تجھسے پوچھا ہے۔

مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ   قرب ہر روزہ بر سبیلِ دوام

مجھکو کیا پایہ روشناسی کا　　جز بتقریب عید ماہِ صیام

آفتاب کو درگاہ ممدوح سے روزانہ قرب حاصل ہو تو ہو سکتا ہو لیکن مجھکو سوا عید کے یہ مرتبہ نہین حاصل ہو سکتا۔

جانتا ہون کہ اسکے فیض سے تو　　پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

تو تو ممدوح کا نام ہی مجھسے چھپاتا ہے مین یہ بھی بتلائے دیتا ہون کہ پھر اسکے فیض سے تو ماہ کامل بنا چاہتا ہے یعنے تجھسے زیادہ میری وہان رسائی ہے۔

ماہ بن ماہتاب بن مین کون　　مجھکو کیا بانٹ دے گا تو انعام

اس سارے قصیدہ مین عموماً اور اس شعر مین خصوصاً مصنف نے اُردو کی زبان اور حسن بیان کی عجب شان دکھائی ہے۔ ایک مصرع مین تین جملے جسکے مضمون سے رشک ٹپک رہا ہے دوسرا مصرع طنز سے بھرا ہوا ہے چارون جملون مین حسن انشا بخوبی نظم و بے تکلفی ادا۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے　　اور کے لین دین سے کیا کام

کہین اس خیال مین نہ رہنا کہ تیرے ہی لیے انعام ہے اور مین محروم ہون اس سبب سے تجھپر رشک کرتا ہون۔

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص　　گر تجھے ہے امید رحمت عام

اس شعر مین لفظ آرزو کسی قدر مقتضاے مقام سے الگ ہو آرزو مین تجھ سکے پورے ہونیکا اعتقاد نہین ہوتا اور اُمیدوار کو اپنی اُمید بر آنیکا اعتقاد ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ مجھے بھی اُمید بخشش خاص یعنے ایسی بخشش جو خاص میرے لیے نافع ہے۔ گر تجھے ہے اُمید رحمت عام یعنے ایسی رحمت جسکا فائدہ عام ہو۔

جو کہ بخشیگا تجھکو فرّ فروغ　　کیا نہ دیگا مجھے مئے گلفام

یعنے جب تیری روشنی کا طفیل ممدوح ضیا بخش عالم ہوگی تو کیا مجھے چاندنی رات مین شراب پینے کو نہ ملے گی۔

جب کہ چودہ منازل فلکی　　کرچکی قطع تیری تیزی گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر　　کوے و مشکوے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہات مین لبریز　　اپنی صورت کا اک بلورین جام

ہلال سے کہتے ہین کہ جب تو اپنی تیزی رفتار سے چودہ منزلین طے کرکے چودھوین کا چاند ہو جائے گا اور تیرے پرتو سے کوے و مشکوے و در و بام پر چاندنی چھٹکے گی تو دیکھ لینا کہ میرے ہاتھ مین بھی چھلکتا ہوا جام بلورین اسی انداز کا ہوگا۔ مشکو بمعنے محلسرا۔

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا　　توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

فقط جام شراب و شب ماہتاب کے ذکر سے غزل سرائی کی لہر آگئی۔

زہر غم کر چکا تھا میرا کام　　تجھکو کس نے کہا کہ ہو بدنام

مین تو غم سے تمام ہو چکا تھا تو نے قتل کرکے اپنے سر کیون الزام لیا۔

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن　　غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام

لطیفہ اسمین یہ ہے کہ مے بھی حرام ہے اور غم سے زیست بھی حرام ہی پھر مے کیون نہ پیون کہ اُس سے غم تو غلط ہو جاتا ہے یعنے اگر مے کو حرام سمجھکر اُس سے پرہیز کرون تو غم کے ہاتھون زیست حرام ہوئی جاتی ہے۔ نہایت لطیف مضمون ہے۔

بوسہ کیسا۔ یہی غنیمت ہے　　کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام

اُسے نہین معلوم کہ گالیان کھانے مین بھی مجھے مزا ملتا ہے نہین تو بوسہ کیسا گالیان دینا بھی وہ موقوف کر دے۔

کعبہ مین جا بجائین گے ناقوس　　اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

جس طرح کعبہ کے بدلے دیر مین احرام باندھ لیا ہے اسی طرح دیر کے بدلے کعبہ مین ناقوس بھی پھونکین گے۔

اُس قدح کا ہے دور مجھکو نقد　　چرخ نے لی ہے جس سے گردشِ دام

یعنے مجھے وہ جام عرفان میسر ہے جس شراب معرفت سے مست ہو کر فلک رقص کر رہا ہے۔

بوسہ دینے مین اُن کو ہے انکار　　دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

شعر مین انشاے تعجب بالا رام قدر کی مقتضی برہی۔

چھیڑتا ہون کہ اُن کو غصہ آئے　　کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

یعنے اُنکے چھیڑنے کو یہ مین نے اپنا نام غالب رکھا ہے۔

کہہ چکا ہون تو سب کچھ اب تو کہہ — اے پری چہرہ پیک تیز خرام

یہان سے پھر ماہ نو کی طرف خطاب ہی چاند کو سرعت سیر کے سبب سے پیک کہا کرتے ہین۔

کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا — ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

مریخ کا فارسی نام بہرام ہی۔

تو نہین جانتا تو مجھسے سن — نام شاہنشہ بلند مقام

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ — مظہر ذو الجلال و الاکرام

اس نظر سے کہ چشم امید اُنھین کی طرف لگی ہوئی ہے اور دل اُنھین کیطرف رجوع ہے قبلۂ چشم و دل کہا ہے۔

شہسوار طریقۂ انصاف — نو بہار حدیقۂ اسلام

شہسوار کا سجع نوبہار اور طریقہ کا حدیقہ ہے پھر انصاف کے ہموزن اسلام کا ہونا شعر مین لطف دے رہا ہے۔

جسکا ہر فعل صورت اعجاز — جسکا ہر قول معنے الہام

فعل اور قول کا اور صورت و معنی کا مقابلہ اعجاز و الہام کا تناسب پھر دونون مصرعون کی ترکیب کا تشابہ خوبی شعر کا باعث ہے۔

بزم مین میزبان قیصر و جم — رزم مین اوستاد رستم و سام

میزبان کہنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ قیصر و جم اُسکے زلہ خوار ہین۔

اے ترا لطف زندگی افزا — اے ترا عہد فرخی فرجام

یہان سے ممدوح کیطرف التفات ہی۔

چشم بد دور خسروانہ شکوہ — لوحش اللہ عارفانہ کلام

جان نثار ون ہین تیرے قیصر روم — جرعہ خوار ون ہین تیرے مرشد جام

لف و نشر مرتب۔ مرشد جام سے غالباً جامی کو مراد لیا ہی۔ لوحش یا اللہ ماشاء اللہ کے محل پر فارسی والے بولتے ہین مگر عربی مین یہ جملہ کہین دیکھنے مین نہین آیا نہ لوحش کوئی لفظ عربی ہوا اور مین اسکا استعمال فارسی و اُردو مین غلط سمجھتا ہون۔

وارث ملک جانتے ہین تجھے — ایرج و تور و خسرو و بہرام

زور بازو مین جانتے ہین تجھے — گیو و گودرز و بیژن و رہام

دونون شعرون کے اوپر کے مصرعون مین سجع لا کر حسن پیدا کیا ہے۔

مرحبا موشگافی ناوک — آفرین آبداری صمصام

تیر کو تیرے تیر غیر ہدف — تیغ کو تیری تیغ خصم نیام

لف و نشر مرتب ہی یعنے تیر تیرا ایسا موشگاف ہی کہ دشمن کا تیر اسکا ہدف ہے اور تیغ تیری ایسی آبدار ہے کہ تیغ خصم کو نیام کیطرح کاٹ ڈالتی ہے۔

رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند — برق کو دے رہا ہے کیا الزام

تیرے فیل گران جسد کی صدا — تیرے رخش سبک عنان کا خرام

رعد و برق و فیل و اسپ و گران جسد و سبک عنان سب لفظ متناسب ہین پھر لف و نشر بھی بترتیب ہے۔

فن صورت گری مین تیرا گرز — گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام

اسکے مضروب کے سر و تن سے — کیون نمایان ہو صورت ادغام

تیرے گرز کو مصوری و صورت گری مین عجب دستگاہ ہے کہ اپنے مضروب کے سر و تن کو ایک کر کے ادغام کی تصویر کھینچ دیتا ہے۔

جب ازل مین رقم پذیر ہوئے — صفحہائے لیالی و ایام

اور ان اوراق مین بکلک قضا — مجملاً مندرج ہوئے احکام

ازل مین جو احکام مندرج ہوے وہ مجمل تھے ابد تک اُسکی تفصیل ہوتی رہیگی۔

لکھ دیا شاہدون کو عاشق کش — لکھ دیا عاشقون کو دشمن کام

شاہد عربی لفظ ہے لیکن معشوق کے معنے پر اسکا استعمال فارسی والونکا تصرف ہی دشمن کام اُس شخص کو کہتے ہین جو دشمنونکے حسب مراد ہو یعنے تباہ و برباد ہو۔

آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبد تیز گرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام

کہا گیا کہ کہین اور لکھا گیا کہ لکھین ان دونون فقرون کی ترکیب تازگی سے خالی نہین۔

آتش و آب و باد و خاک نے لی
وضع سوز و نم و رم و آرام

دوسرے مصرع کی بندش سے زورِ قلم ٹپک رہا ہے اور مصنف کو الفاظ پر جو قدرت حاصل ہے یہ مصرع اُسکی تفصیل کر رہا ہے۔

مہرِ رخشان کا نام خسروِ روز
ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

یعنی آفتاب کو خسروِ روز کا خطاب ملا اور ماہ کا اسم شحنگیِ شام کے دفتر مین لکھا گیا۔

تیری توقیعِ سلطنت کو بھی
دی بدستور صورتِ ارقام

رقم سے ترقیم آیا ہے ارقام غلط ہے۔ بدستور سے حسبِ ضابطہ مراد ہی اور دستور وزیر کو بھی کہتے ہین۔

کاتبِ حکم نے بموجبِ حکم
اُس رقم کو دیا طرازِ دوام

یعنے فرمانِ سلطنت تیرے لیے لکھکر اُسپر خلود و دوام کا طغرا بنا دیا۔

ہے ازل سے روائیِ آغاز
ہو ابد تک رسائیِ انجام

دعائیہ شعر ہے روائی یعنے جواز و امکان ہو یہ لفظ مصنف نے فقط رسائی کا سجع پیدا کرنے کے لیے بنا لیا۔ شارح کی نظر مین یہ قصیدہ خصوصاً اُسکی تشبیب ایک کارنامہ ہو مصنف مرحوم کے کمال کا اور زیور ہو اُردو کی شاعری کے لیے اسلیے ان مین جب سے قصیدہ گوئی شروع ہوئی ہے اسطرح کی تشبیب کم کہی گئی۔

صبحدم دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا

طلوعِ صبح کو دروازہ مشرق کے کھلنے سے تعبیر کیا ہی یعنے صبح ہوئی اور جس منظر مین کہ جلوۂ آفتاب نظر آتا ہے وہ منظر کھل گیا۔

خسروِ انجم کے آیا صرف مین
شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

آفتاب نکلا نور مین ستارے چھپ گئے گویا خسروِ خاور نے گنجِ گوہر کو صرف کر ڈالا۔

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا

سیمیا ایک فن کا نام ہی جسکے سبب سے اشکال وہمی غیر واقعی دکھلائی دینے لگتی ہین۔

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ
دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا

یعنے ایک سے ایک تارا گردون کو سون کے فاصلہ پر ہی اور باہم متصل نظر آتے ہین۔

اکثر انمین بے نور ہین اور نورانی معلوم ہوتے ہین جو قد مین بڑے ہین وہ چھوٹے دکھائی دیتے ہین جو چھوٹے ہین وہ بڑے معلوم ہوتے ہین متحرک ثابت دکھائی دیتے ہین جو ساکن ہین وہ سیار معلوم ہوتے ہین مختلف رنگ ہین اور دراصل ہین کچھ بھی نہین ابھی طلوع نہین ہوے اور دکھائی دینے لگے اور غروب ہو چکے مگر پھر بھی نظر آ رہے ہین۔

سطحِ گردون پر پڑا تھا رات کو
موتیون کا ہر طرف زیور کھلا

غور کرنے کی بات ہی یہان اس تشبیہ نے ستارون کا حسن بڑھا دیا حالانکہ مشبہ بہ مشبہ سے ضعیف ہے لم اسکی یہ ہی کہ معشوق کا زیور ستارون سے زیادہ محبوب و مرغوب ہی گو چمک دمک مین اُن سے کم ہے۔

صبح آیا جانبِ مشرق نظر
اک نگارِ آتشین رُخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب ردِ سحر
بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

لا کے ساقی نے صبوحی کے لیے
رکھ دیا ہے ایک جامِ زر کھلا

آفتاب پر پہلے چہرہ معشوق کا دھوکا ہوا پھر ساغرِ شراب کا یقین ہو گیا غرض یہ ہے کہ آفتاب کو آفتاب نہ سمجھے۔

بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ
کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تمہید مین صبح کا بیان اسی لیے تھا کہ جب صبح ہوئی تو بزمِ شاہی آراستہ ہوئی۔

تاجِ زرین مہرِ تابان سے سوا
خسروِ آفاق کے منھ پر کھلا

منھ پر کھلنا زیب دینے کے معنے پر محاورہ مین ہے اور یہ سطر کا یہ مصرع گزر چکا ہے
زلف سے بڑھکر نقاب اس شوخ کے منھ پر کھلا۔

شاہِ روشن دل بہادر شہ کہ ہے
رازِ ہستی اُسپہ سر تا سر کھلا

سرِ ہستی کا سر تا سر ظاہر ہونا روشن دلی کی دلیل روشن ہے۔

وہ کہ جسکی صورتِ تکوین مین
مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

صورتِ تکوین مین فارسی ترکیب ہے اور پھر بھی اعلانِ نون موجود ہے۔

وہ کہ جس کے ناخن تاویل سے
عقدۂ احکام پیغمبر کھلا

احکام کو عقدہ فرض کیا اُس کے مناسب تاویل کو ناخن سے تعبیر کیا۔

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام
اُسکے سرہنگوں کا جب دفتر کھلا

روشناسون کی جہان فہرست ہے
وان لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

پہلے شعر مین دارا کی تخصیص بیجا ہی اور دوسرے شعر مین قیصر کی۔ ایکطرح کا تناسب جو شعرا کی طبیعت مین فطری ہوتا ہی اُسکا مقتضے یہ تھا کہ وہان دارا کا ذکر تھا تو یہان قیصر کے بدلے یون کہتے کہ ع وان لکھا ہی نام اسکندر کھلا۔ یا اگر قیصر کو رکھنا منظور تھا تو دارا کے بدلے خاقان کہنا مناسب تھا اس سبب سے کہ دارا و سکندر دونون علم ہین اور خاقان و قیصر دونون لقب ہین۔ اسکے علاوہ دوسرے شعر مین کھلا مکرر ہونا چاہیے تھا کہتے ہین کھلا کھلا کہ آگے ہے اور یہان تکرار ضروری ہے۔

توسنِ شہ مین ہی وہ خوبی کہ جب
تھان سے وہ غیرتِ صرصر کھلا

نقش پا کی صورتین وہ دلفریب
تو کہے بت خانۂ آذر کھلا

آذر فارسی قدیم مین آگ کو کہتے ہین بت خانۂ آذر سے آتشکدہ مجوس مراد ہی لیکن آتشکدہ مین سنا ہی کہ بت نہین ہوتے پھر اُسے بتخانہ کہتے نہین بن پڑتا مگر اساتذہ قدما نے بھی بتان آذری باندھا ہی شاید کسی آتشکدہ مین زمانہ قدیم کے بت بھی ہونگے آذر بت تراش کی طرف نسبت نہین ہو سکتی اس سبب سے کہ املا بدلا ہوا ہے تو کہے فارسی کا ترجمہ ہے۔

مجھپہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
منصب مہر و مہ و محور کھلا

یعنے بادشاہ کی تربیت سے یہ علم مجھے ہوا کہ آفتاب کا کیا منصب ہے اور ماہ کا کیا عہدہ ہے یعنی علم السماء والعالم مجھے بادشاہ سے حاصل ہوا ایک احتمال یہ ہی کہ اُنکا منصب مجھ پر کھلا یعنے اُنکی تنخواہ میرے نام جاری ہو گئی یعنے آفتاب و ماہ کا جو عہدہ تھا مین اُس سے سرفراز ہوا پہلی صورت مین تربیت بمعنی تعلیم اور دوسری صورت مین بمعنی پرورش ہی اس شعر مین آخر کو مجبور کر محور قافیہ لائے ہین بے لطف ہے بے ربط معلوم ہوتا ہی اس سبب سے کہ محور اجرام و اجسام مین سے کوئی شے نہین ہی بلکہ ایک فرضی و موہومی لکیر کا نام اہل ہیئت نے محور رکھ لیا ہی یعنے کرہ متحرکہ کے درمیان مین جو ایک ساکن لکیر قطبین کرہ کے

بیچ مین موہوم ہوتی ہے وہ لکیر محور ہے بھلا اُسکو مہر و ماہ کے ساتھ کیا ربط ہے لیکن مصنف کو مناسبت لفظی جو مہ و محور و مہر مین ہی باعث ہوئی کہ اسی کو قافیہ بنایا۔

لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک
میری حدِ وسع سے باہر کھلا

لاکھون مشکلین جو میری استطاعت سے باہر تھین وہ آسان ہو گئین

تھا دلِ وابستہ قفلِ بے کلید
کسنے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا

دوسرے مصرع مین استفہام ہے سچ مچ پوچھنا نہین مقصود ہی بلکہ محض تعجب اور خوشی کا اظہار دا خبار استفہام کے پیرایہ مین ہے۔

باغ معنی کی دکھاؤنگا بہار
مجھسے گر شاہِ سخن گستر کھلا

کھلنے کے معنے بے تکلف ہو کر باتین کرنے کے ہین لیکن یہان التفات بادشاہ مراد ہے۔

ہو جہان گرم غزل خوانی نفس
لوگ جانین طبلۂ عنبر کھلا

قصیدہ مین شعرا غزل بھی کہہ جاتے ہین لیکن تشبیب و تمہید مین یہان مرحوم نے مدح کہتے کہتے غزل شروع کر دی۔ غزل کے بعد پھر مدح گوئی شروع کی یہ ایجاد ہے۔

کُنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا
کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا

اپنے تئین مرغ گرفتار قفس فرض کر کے پہلے مصرع مین شاعر نے اپنی حالت پر افسوس کیا ہے اور دوسرے مصرع مین اپنی حسرت کو بیان کیا ہے۔

ہم پکارین اور کھلے۔ یون کون جائے
یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

یعنے دروازہ کھلا پائین تو بے پکارے ہی اندر چلے جائین یہ تاب کس کو کہ ہم پکارین اور کھلے۔

ہمکو ہے اس رازداری پر گھمنڈ
دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا

اپنے حال پر آپ استہزا کرتے ہین کہ ہم تو اس بات پر نازان ہین کہ معشوق کا راز ہم نے کسی پر فاش نہین کیا اور معشوق کا یہ حال کہ غیر کو ہمارا رازدار اُس نے بنایا ہے۔

واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ
زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا

مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ
عرض سے یاں رتبۂ جوہر کھلا

جوہر کا لفظ یہاں گویا کسی طرح چمک رہا ہے دو معنوں کی طرف اس میں کنایہ دی ہے ایک تو محل عرض جو فلسفہ کی اصطلاح ہے اور دوسرے معنی حسن ذاتی و خوبی فطری کے جو عرف میں زبان زد ہیں۔

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا
بادشہ کا رایت لشکر کھلا

مہر کا کانپنا اور فلک کا چکر کھانا تو ثابت ہے جیسا کہ بعض حکما کا خیال ہے لیکن مبالغہ اس توجیہ میں ہے کہ رایت شاہی کے رعب سے وہ کانپ اٹھا اور اسی کو چکر آ گیا۔ لفظ رایت بھی باوجود علامت تانیث اردو میں مذکر بولا جاتا ہے جس طرح شربت و خلعت۔

بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب
اب علوئے پایۂ منبر کھلا

یعنے منبر کے رتبہ کا یہ سبب ہے کہ خطیب اس پر بادشاہ کا نام لیتا ہے۔

سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس
اب عیار آبروئے زر کھلا

زر کی آبرو کا یہ سبب ہے کہ سکہ اسپر بادشاہ کا ہے۔

شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ
اب مآل سعی اسکندر کھلا

یعنے سکندر نے اسی آئینہ داری کی ہوس میں آئینہ بنانے میں سعی کی تھی۔

ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے
اب فریب طغرل و سنجر کھلا

یعنے ملک ممدوح کا حق تھا اور طغرل و سنجر فریب سے بادشاہ بن بیٹھے تھے۔

ہو سکے کیا مدح ہاں اک نام ہے
دفتر مدح جہاں داور کھلا

اس شعر کی بندش صاف نہیں اور کاف کا حذف کرنا اور برا ہوا غرض یہ ہے کہ باوجودیکہ میرا نام نکل گیا ہو کہ میں نے مدح میں دفتر لکھ ڈالا اس پر مدح جیسی چاہیے نہو سکی۔

فکر اچھی پر ستایش ناتمام
عجز اعجاز ستایش گر کھلا

یعنے فکر تو ایسی اچھی کہ اعجاز کہنا چاہیے لیکن عجز اس میں یہ ہے کہ ستایش ناتمام رہی۔ ندرت یہ ہے کہ اعجاز میں عجز ثابت کیا ہے۔

جانتا ہوں ہے خط لوح ازل
تم پہ اے خاقان نام آور کھلا

کھلنا زیب دینے کے معنے پر ہے لیکن زخم کا کھلنا ایک دوسرا لطف ہے جو اس لفظ نے معنے پیدا کیا۔

ہاتھ سے رکھدی کب ابرو نے کمان
کب کمر سے غمزہ کے خنجر کھلا

ابرو کو کمان سے اور غمزہ کو خنجر سے تشبیہ دیا کرتے ہیں لیکن ابرو کو کمان دار اور غمزہ کو خنجر گذار کہنا زیادہ لطف دے گیا۔ اس شعر میں ہاتھ کو ہات لکھا ہے یہ فقط اپنی بات کی پچ ہے کہ رات اور ذات کے ساتھ جو ہاتھ کو قافیہ کر دیا ہے تو محض اس کے نباہنے کے لیے رسم خط ہی بدل دیا۔ اہل لکھنؤ اور تمام اردو زبان والے ہاتھ ہی لکھتے ہیں اور ہائے مخلوطہ کو لفظ میں داخل سمجھتے ہیں اور بات اور رات کے ساتھ اسکا قافیہ غلط سمجھتے ہیں بلکہ ہاتھ کا قافیہ ساتھ لاتے ہیں۔

مفت کا کس کو برا ہے بدرقہ
رہروی میں پردۂ رہبر کھلا

یعنے جب سابقہ پڑا تو رہبر کا بھرم کھل گیا کہ "او خویشتن گم است" لیکن مفت کا بدرقہ کیا برا ہے۔ بدرقہ راہنما و نگاہبان کاروان کو کہتے ہیں۔

سوز دل کا کیا کرے باران اشک
آگ بھڑکی مینھ اگر دم بھر کھلا

مصنف مرحوم نے جس مقام میں (کا) کہا ہے یہاں (کو) زیادہ محاورہ میں ڈوبا ہوا ہے اور فیصلہ اہل زبان کے ہاتھ ہے۔

نامہ کے ساتھ آ گیا پیغام مرگ
رہ گیا خط میری چھاتی پر کھلا

شادی مرگ ہو جانے کا مضمون کیا خوب کہا ہے یہ شعر بیت الغزل ہے۔

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

دیکھیو ڈرانے کے مقام پر بولتے ہیں۔

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال
پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

مدح کے اشعار یا مضامین کو مہ و خورشید سے استعارہ کیا ہے۔

خامہ نے پائی طبیعت سے مدد
بادباں بھی اٹھتے ہی لنگر کھلا

یعنے خامہ اٹھاتے ہی طبیعت اسکی مدد کرنے لگی جیسے لنگر اٹھتے ہی بادبان بھی کھلا۔ کھلنے کا لفظ طبیعت کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے بس اتنی مناسبت طبیعت کو بادبان فرض کرنے میں کافی ہے لیکن مصرع ثانی کی بندش اچھی نہیں بادبان بھی اس سرے پر ہے اور کھلا اس سرے پر

جس مقام پر مصنف نے یہ شعر کہا ہے یہ قصیدہ مین عرض حال کا مقام ہے لیکن
فقط اتنا کہکر کہ تم پر لوح ازل کا حال کھلا ہوا ہے اکتفا کی غرض یہ کہ میرا حال بھی تم پر
پوشیدہ نہین ہو سکتا کہنے کی کوئی ضرورت نہین۔

تم کرو صاحب قرانی جب تلک ۔۔۔ ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

صاحب قران نجوم کی اصطلاح مین اُس بادشاہ کو کہتے ہین جو قران عظمے کے وقت
پیدا ہوا ہو کہ اُسکی سلطنت بہت وسیع و مستحکم ہوتی ہے اور قران عظمے بھی اُسی فن
کی اصطلاح ہے بہ الات کی کوئی خاص ہیئت ہے جسے قران عظمے کہتے ہین غرض کہ
صاحب قران سلطان فاتح جلیل الشان ہوا کرتا ہے اسی بنا پر قصہ حمزہ مین
داستان گویون نے حمزہ کا لقب امیر صاحبقران رکھا اور اُنکے طلسم توڑنے
کے بہت سے افسانہ بنائے مصنف نے صاحبقرانی کے ساتھ طلسم روز و شب
کو اسی مناسبت سے جمع کیا ہے۔

ہان دل درد مند زمزمہ ساز ۔۔۔ کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز

یعنے تو کیون نہ کھولے درِ خزینۂ راز یہان تو کا حذف کر دینا بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے۔

خامہ کا صفحہ پر روان ہونا ۔۔۔ شاخ گل کا ہے گلفشان ہونا

یعنے قلم سے شعر نہین ٹپکتے پھول جھڑتے ہین۔

مجھسے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے ۔۔۔ نکتہ ہاے خرد فزا لکھیے

دل کی طرف خطاب ہے۔

بارے آمون کا کچھ بیان ہو جائے ۔۔۔ خامہ نخل رطب فشان ہو جائے

یعنے ایسے شیرین مضامین لکھ جسمین رطب کا مزا آجائے۔

آم کا کون مرد میدان ہے ۔۔۔ ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے
تاک کے جی مین کیون رہے ارمان ۔۔۔ آئے یہ گوے اور یہ میدان
آم کے آگے پیش جاوے خاک ۔۔۔ پھوڑتا ہی جلے پھپھولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور ۔۔۔ بادۂ ناب بن گیا انگور

یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے ۔۔۔ شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مطلب ظاہر ہے لفظ تاک کو مصنف مرحوم نے بتذکیر باندھا ہے اسوقت مجھے
اپنا ایک شعر یاد آگیا کوئی بارہ تیرہ برس کا ذکر ہے کہ کلکتہ مین مشاعرہ ہوا تھا
طرح کی غزل مین یہ شعر مین نے کہا تھا ؎

تاک انگور درختون پہ چڑھی تھی کل تک ۔۔۔ آج تو پھاند چڑھی باغ کی دیوارون پر

مین نے اس شعر مین تاک کو بتانیث باندھا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ فارسی یا عربی کا جو
لفظ کہ اردو مین بولا جاتا ہو اول اُسکے معنے پر نظر کرتے ہین اگر معنے مین تانیث ہے
تو بتانیث اور اگر تذکیر ہے تو بتذکیر اس لفظ کو استعمال کرتے ہین دوسرے اُسکے
ہموزن اسما جو اردو مین بولے جاتے ہین اگر وہ سب مؤنث ہین تو اس لفظ کو بھی
مؤنث سمجھتے ہین اگر اُس وزن کے سب اسما مذکر ہین تو اُس لفظ کو بھی بتذکیر
بولتے ہین اسی بنا پر لفظ ابرو کہ محاورہ اردو مین داخل نہین ہے شعرا اکثر مذکر
باندھا کرتے ہین اسلیے کہ آنسو اور بازو اور جادو وغیرہ جس مین ایسا واو
معروف ہے سب مذکر ہین۔ لیکن ابرو کے معنی کا جب خیال کیجیے تو بھون
مؤنث لفظ ہے اس خیال سے مؤنث بھی باندھ جاتے ہین۔ اب لفظ تاک کے
معنی کا لحاظ کیجیے تو بیل مؤنث ہے تاک کو بھی مؤنث ہونا چاہیے اس سے
مشابہ و ہم وزن جو اسما اردو مین ہین وہ بھی مؤنث ہین جیسے خاک ناک ڈانک
بانک راکھ آنکھ یہ قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ لفظ تاک کو مؤنث بولنا چاہیے۔

مجھسے پوچھو تمھین خبر کیا ہے ۔۔۔ آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گُل اُس مین نہ شاخ و برگ و بار ۔۔۔ جب خزان آئے تب ہو اُسکی بہار

ازروے معنے آم کا گنے سے مقابلہ بہت ہی پھیکا سیٹھا مضمون ہے مگر اسے ترک
کرتے تو دوسرے شعر کا جو مضمون فکر نے پیدا کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا فقط
اس مضمون کے خاطر اُس مقابلہ کا پھیکا پن بھی گوارا ہو گیا۔ اور خزان مین بہار
ہونے سے یہ مراد ہے کہ دسہرے کے دنون مین نئے گنے نکلتے ہین اور وہ زمانہ
خزان کا ہوتا ہے۔

اور دوڑائیے قیاس کہان ع ۔۔۔ جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان

جان مین ہوتی گر یہ شیرینی … کوہ کن باوجود غمگینی
جان دینے مین اسکو یکتا جان … پر وہ یون سہل دے نہ سکتا جان

اس قطعہ کا یہ مصرع "جان دینے مین اسکو یکتا جان" معترضہ ہے یعنے کوہ کن کو جان دینے مین یکتا مان لے اور ہمثل سمجھ لے پر وہ بھی سہل مین جان نہ دے سکتا کہ اس مین شیرینی ہے۔ مصرع آخر مین (وہ) نہ لانا چاہیے تھا۔ اس سبب سے کہ کوہ کن کی خبر اسی مصرع مین نکلتی ہے یعنے کوہ کن باوجود غمگینی اسطرح سہل دے نہ سکتا جان کنجلک اس قطعہ مین تین وجہون سے واقع ہوئی اول تو یہ کہ مبتدا و خبر کے درمیان مین ایک مصرع کا مصرع جملہ معترضہ آگیا دوسرے (یکتا جان) ایسا جملہ ہے کہ اس مین جان کا لفظ دو معنی رکھتا ہے جس سے سامع کا خیال خصوصًا اس مقام پر بھٹک جاتا ہے۔ تیسرے (وہ) کا لفظ یہ دھوکا دیتا ہے کہ کوہ کن باوجود غمگینی نا تمام جملہ رہ گیا لیکن اُردو کے محاورہ مین یہ داخل ہے کہ جب مبتدا سے خبر کو بعد ہوجائے تو ایسے مقام پر (وہ) لے آتے ہین غرض نحو اُردو کے اعتبار سے (وہ) پر یہان اعتراض نہین ہوسکتا۔ ابن رشیق لکھتے ہین کہ بعض شعرا باوجود اسکے کہ طبیعت متوجہ نہین ہے فکر شعر سے دم گھبراتا ہے طبیعت پر اس حالت مین بھی جبر کرتے ہین اور بتکلف و تصنع نظم کرتے ہین کہ جی نہ لگنے کے آثار اور دم گھبرانے کی علامتین اُنکے اشعار مین پائی جاتی ہین اور تعقید و تکلف سے کلام خالی نہین ہوتا غرض یہ کہ جس وقت شعر کہنے مین جی نہ لگے اُسوقت نہ کہنا چاہیے جبر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ حمام کرے اور گانا سُنے اور نشاط طبیعت کے انتظار مین رہے میر مرحوم کی اس ساری مثنوی مین اسقدر آورد و تصنع ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آم اصل مین کچھ اچھے نہ تھے جس سے طبیعت خوش ہوتی اور مرزا التماس محض ولیعہد کی خاطر سے یا فرمائش سے آمون کی تعریف کرنے کو جی نہ چاہتا تھا انکی مدح مین مثنوی لکھنا پڑی ہے حالت نشاط مین جو بے تکلفی اور آمد مضامین ہوتی ہے اور تخییل جو شعر کی جان ہے جو بے نشاط طبیعت کے نہین پیدا ہوتی اس مثنوی مین نہین پائی جاتی غرضکہ یہان مثنوی مین شاعری نہین ہے محض لطیفہ گوئی و بدیع گوئی ہے اسکے مضامین سے نشاط و اہتزاز نہین پیدا ہوا استعجاب و استغراب پیدا ہوتا ہے لیکن لطیفہ کو

تخییل کے ساتھ ایسی مشابہت ہے کہ لطیفہ گوئی پر بھی شاعری کا اطلاق ہوتا ہے اور اسے جزو شاعری سمجھتے ہین وجہ یہ کہ بدیع و لطیفہ سے استعجاب کا اثر تو نفس سامع مین پیدا ہوتا ہے الفیہ ابن مالک اور جوزہ ابن سینا تھوڑی ہے کہ اسے شعر نہ کہین بلکہ اکثر ذی علم و اہل قلم جو زندہ دل نہین ہین اور انکی طبیعت مین وہ انفعالات نفسانیہ جو محرک فکر شعر ہین پیدا ہی نہین ہوتے یعنی غضب و طرب۔ تعجب و عجب شوق و خوف۔ رحم و شرم۔ عزم و جزم۔ غم و ہم۔ طمع و ورع۔ محبت و عداوت۔ رغبت و نفرت۔ حکمت و عبرت۔ ارادت و ندامت۔ رشک و اشک وغیرہ سے انکی طبیعت خالی ہوتی ہے یا اسکا اظہار خلاف مصلحت سمجھتے ہین اور اسپر بھی فکر مردہ اور خاطر افسردہ کے ساتھ شاعری کرنا چاہتے ہین انکو سوا بدیع گوئی کے اور کوئی چارہ نہین خصوصًا وہ لوگ جو تمام اقسام نظم کو چھوڑ کر فقط غزل گوئی کیا کرتے ہین کہ وہ مضمون سے زیادہ انکی فکر کو میدان نہین ملتا وہ سوا اسکے کہ ہر شعر مین چھوٹے چھوٹے لطیفے اور ذرا ذرا سے چٹکلے نظم کرلین اور کچھ نہین کرسکتے غرض اسکے شعر ہونے مین شک نہین لیکن ابن رشیق نے شعر کی دو قسمین لکھی ہین مطبوع یعنے وہ کلام جو دل سے اور طبیعت سے نکلا ہو اور دوسرے مصنوع و مصنوع یعنے وہ کلام جو بناوٹ سے ہو پھر ایک جگہ لکھتے ہین کہ کلام مین ایک آمد ہوتی ہے اور ایک آورد آمد تو وہ جو پہلے ہی دفعہ قلم سے جیسا کہ نکل گیا نکل گیا اور آورد یہ کہ پھر اسپر نظر کی اور اُس مین جو شعر یا فقرہ بے لطف و سست معلوم ہوا اُسے بتکلف بامزہ و درست کردیا یعنے بعض لفظ بدل دیے بعض الفاظ الٹ پلٹ کردیے پھر پڑھکر اُسکے تیور دیکھے کہ اس مطلب کو ان الفاظ مین ادا کرکے ہم کہتے تو یہی نشست معنی پاکیزہ اور لیکن اُردو اور فارسی والے اس آمد و آورد کو نہین سمجھ سکتے وجہ یہ کہ اُردو و فارسی مین کوئی شاعر ایسا نہین گزرا کہ فی البدیہہ سو پچاس شعر کا قصیدہ پڑھ دے اور عرب کے شعرائے جاہلیہ سب کے سب ایسے تھے اس سبب سے کہ وہ اپنی زبان کو اپنے اوزان مین کہتے تھے ہماری طرح نہ تھے کہ اپنی زبان کو پرائے اوزان مین کہا کرتے ہین غرض کہ عرب کے تمام شعرا فی البدیہہ اکثر کہتے تھے اور اسی کا نام آمد تھا ان مین سب سے پہلے زہیر نے قصائد حولیات مین یہ طریق

اختیار کیا کہ ایک جلسہ میں جو ایک شب کی فکر میں قصیدہ کہہ ڈالتا تھا پھر منتظر رہتا تھا کہ طبیعت میں جوش نشاط دوبارہ پیدا ہو تو دوبارہ نظر ڈالے اور اسی تکرار نظر کا نام آورد تھا لیکن زہیر کی آورد کا کیا پوچھنا اُسکی آورد بس اسیقدر تھی جسکی تفسیر اوپر میں نے بیان کی ہو اور اسی آورد کے سبب سے چاہے اور کوئی نہ مانے مگر حریری دانست میں وہ نابغہ وامرؤالقیس سے گوئے سبقت لیگیا کاش یہ آورد یہیں تک محدود رہتی تو خوب تھا اسی آورد کے ضمن میں بدیع گوئی شروع ہو گئی اور صنائع وبدائع کی بنا قائم ہوئی پھر بھی اُس زمانہ میں ایسا غضب نہیں کرتے تھے کہ تجنیس یا تقابل یا تطابق کے لئے فصیح لفظ کو چھوڑ دیں اور ضلع کی رعایت سے معنی کی پسلیاں توڑیں یہ شعرائے مولدین نے افراط کر دی کہ صنعت ولطیفہ ہی مقصود اصلی ہو گیا معنی کی سستی ونقصان کا مطلق خیال نہ رہا۔ ابن رشیق کہتے ہیں کہ قدمائے شعرا قصیدہ بھر میں ایک دو شعر صنعت یا دیوان بھر میں ایک آدھ قصیدہ بدیعیہ ہونا پسند کرتے تھے بس اس سے زیادہ صنائع وبدائع کی حرص کرنا کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب ہے مقتضائے طبیعت وعادت فطرت کے خلاف ہے۔ صنائع وبدائع طرز گفتگو میں نہیں داخل ہیں اسی سبب سے بناوٹ وتصنع کا کلام دل پر اثر نہیں کرتا کسی اُستاد نے کیا خوب بات کہی ہے کہ میاں شعر ایسا کہو جو تمھارے کام کا ہو نہ ایسا کہ تم اُسکے کام میں لگے رہو اور وہ تمھارے کام نہ آئے خدا نہ کرے کہ نظم میں یا نثر میں کسی کو تکلف وتصنع کی عادت پڑے۔ حریری کے واقعہ سے عبرت ہوتی ہے کہ مقامات لکھنے کے بعد اس کی انشا پردازی کی ایسی ہوا بندھی کہ بغداد میں اُس کے لیے منشی دیوان الخلافۃ کی خدمت تجویز ہوئی فوراً حاضر ہوا اور ایک خط لکھنے کا حکم صادر ہوا یہاں بے سجع وتصحیف وصنعت مہملہ ومعجمہ ورقطا وخیفا ومقلوب ومستوی کے راستے ہی نہیں چلتے تھے ایک سطر بھی نہ لکھی گئی اور خفت اُٹھانا پڑی۔ دیکھو سلسلہ سخن کہاں سے کہاں جا پڑا کوئی یہ نہ سمجھے کہ صنائع وبدائع مطلقاً واجب الترک ہیں معنوی صنعتوں کا کیا پوچھنا اور صنائع لفظی کا بھی کیا کہنا صنائع جتنے کہ لفظی یا معنوی ہیں وہ سب اگر بے تکلفی سے ادا ہو جائیں تو البتہ لفظ ومعنی کی زینت ہو جاتی ہے بے تکلفی سے مراد یہ ہے کہ محاورہ کا لفظ نہ چھوٹنے پائے۔ بندش میں گنجلک

نہ ہونے پائے معنی کے وضوح میں فرق نہ آئے۔ ابن رشیق کہتے ہیں قدما میں سے کسی کا قول ہے جو ایسا شعر ہو کہ اُسکے معنی پوچھے جائیں تو وہ بہت ہی بُرا شعر ہے۔ صنائع ایسے بے تکلف ادا ہونا چاہیئے کہ معلوم ہو محاورہ ہی میں داخل تھے یہ گمان بھی نہ گزرے کہ شاعر نے بزور فکر وزبردستی قلم اس صنعت کو باندھ لیا ہے لیکن بہت سے صنائع ایسے ہیں کہ اُن کو نافہموں نے لفظی صنائع میں شمار کیا ہے حالانکہ تحقیق میں تحسین لفظ میں کچھ دخل نہیں جیسے تجنیس خطی جسے تصحیف بھی کہتے ہیں خطو خطا وجامہ وداع ودواب وکتاب وکباب میں کہ کچھ خطاط لوگوں اس خط سے ملتا ہو گا ورنہ ادیب سے کو تو اس سے کچھ تعلق نہیں سیا بے نقط لکھنا لیکن عجب ہے کہ فیضی سا شخص اس صنعت میں اوقات ضائع کر گیا ساری تفسیر حروف غیر منقوطہ میں لکھ ڈالی اور اسیطرح موارد الکلم بھی اردو میں مرزا دبیر واختر نے مرثیہ بے نقط کہے۔ یہ صنعت بھی اسم مطابق مسمے مہمل ہے ادیب کو ادھر ہرگز توجہ نکرنا چاہیے۔ اس سے بڑھکر منقوطہ کا التزام ہے۔ مرزا دبیر فرماتے ہیں ع

جب بخت بن قین نے زینت بخشی ۔۔۔ زینب نے تشفی تب بشفقت بخشی
جنت بخشی نبی ؐ نے جنت بخشی

اس رباعی کے مصرع آخر میں اتصال حروف کی صنعت بھی موجود ہے۔ اسی طرح انفصال حروف کا التزام بھی۔ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہے اور رقطا یعنے ایک حرف معجم اور ایک مہمل اسی کو خیفا بھی کہتے ہیں۔ واسع الشفتین یعنے ب اور پ اور میم کا ترک تاکہ پڑھنے میں ہونٹ سے ہونٹ نہ ملنے پائے جامع الحروف یعنی ایک ہی شعر میں الف بے کے سب حروف آجائیں۔ اظہار المضمر یعنے ایک مصرع لیا کہیں جسمیں پورے پندرہ حروف ہوں اور مکرر کوئی حرف نہ آنے پائیں اسکے بعد پھر چار مصرعوں کا ایک قطعہ یا رباعی کہتے ہیں جسکے ہر ہر مصرع میں اُن پندرہ حرفوں میں سے آٹھ حرف معین لانا ضرور ہے اور باقی سات حرفوں کا لانا منع ہے۔ ان آٹھ حرفوں کی تفصیل یہ ہے۔

پہلے مصرع میں۔ ۱۔۳۔۵۔۷۔۹۔۱۱۔۱۳۔۱۵۔ ۔۔۔ دوسرے مصرع میں ۲۔۳۔۶۔۷۔۱۰۔۱۱۔۱۴۔۱۵۔
تیسرے مصرع میں ۴۔۵۔۶۔۷۔۱۲۔۱۳۔۱۴۔۱۵۔ ۔۔۔ چوتھے مصرع میں ۸۔۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳۔۱۴۔۱۵۔

مثلاً

گلشن سبز - خط عارض ہے

طوق - طاقت گداز دشمس عنیا ... آٹی ہیکل بھی عقد شعلہ زا

نصرت سبزہ چمن یہ ہے ... یا کہ ہے خط عارض حمرا

یا جیسے مقلوب مستوی جسکے الٹنے سے وہی عبارت پھر نکل آئے جیسے مرزا دبیر کا

یہ مصرع - آرام ہمارا ہے یہ آرام ہمارا -

یا انھین مرحوم کا یہ فارسی مطلع ؎

امید آشنایان شادی ما ... امید آباد شد آبادی ما

معماد تاریخ کہنا بھی ازین قبیل ہے اُنمین سے کوئی صنعت نہ معنوی ہی نہ لفظی کچھ رسم خط سے متعلق ہین کچھ صفات حروف سے - کچھ اعداد حروف سے - ان سب صنائع کا استعمال کرنا نظم مین ہو کہ نثر مین ادیب کا کام نہین جفار ورمال کا پیشہ ہے ان سب صنائع کی تفصیل کرنے سے غرض یہ تھی کہ جو صنائع کہ قابل احتراز ہین اور جن سے خوبی لفظ ومعنی کو کچھ تعلق نہین بلکہ ضرر ونقصان ہی پہونچتا ہو وہ سب ایسے ہی صنائع ہین ان خرافات سے کلام کو پاک رکھنا ضرور ہے لیکن انکے علاوہ جو معنوی ولفظی صنائع ہین وہ کلام کا زیور ہین اُنکی خوبی مین کوئی شک نہین ہان اُن صنائع کا محل استعمال سمجھنا عربی اور اردو یا کچھ فارسی دانی پر منحصر نہین ہے تمام دنیا کی شاعر ہر زبان اور ہر زمان کے اہل قلم اُن صنعتون کو زیور کلام بنا گئے ہیں اور اب بھی یہی طریقہ جاری ہے جو شعرا کہ اپنی اپنی زبان مین خدائے سخن سمجھے گئے ہین - وا لمیکی ہومر ملٹن شکسپیر فردوسی انیس وغیرہ ان سب کے کلام مین صنائع معنویہ ولفظیہ کثرت سے ہیں اور انکا انداز بیان اس بات کا شاہد ہے کہ انھین ان صنعتون کے استعمال کرنے مین اہتمام بلیغ تھا اور لفظ ومعنی کی صنعت بہ نسبت ان صنائع کے جنکی تفصیل گزری بہت آسان معلوم ہوتی ہے لیکن انکا صرف کرنا نہایت مشکل امر ہے بلکہ سہل ممتنع ہے تجنیس خطی کا تو ذکر گزرا اب تجنیس لفظی کو خیال کرو ایک ہی مصرع جو وقت مجھے یاد ہے

نقش سم سبکتگ سجدہ گہ سبکتگین

کون ایسا ہے جو سبکتگ کے اشتقاق سے مزہ نہ اٹھائیگا - رد العجز علی الصدر

نام تو اتنا بڑا مگر صنائع لفظیہ مین جیسی یہ صنعت بھی دیکھنے مین نہایت سہل سی بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک جملہ کا آخر دوسرے کا اول ایک ہی لفظ کی تکرار سے ہو یہ کونسا مشکل کام ہے اور کون سی اس مین کاریگری ہے مگر اس مطلع مین اسی صنعت کا حسن دیکھو تو معلوم ہو کہ اظہار المضمر ومقلوب مستوی وغیرہ کی کچھ حقیقت ہی نہین اسکے آگے ؎

کیا کہین قاتل بسر کرتے ہین کس مشکل سے ہم ... چارہ گر سے درد نالان درد سے دل سے ہم

تمام عمر یون ہی طے کی مین نے منزل عشق ... گرا تو اٹھ نہ سکا اور اٹھا تو چل نہ سکا

معنوی صنعتون مین تلمیح یعنے کسی قصہ کی طرف اشارہ کر دینا کیسی سہل سی بات معلوم ہوتی ہے اور یونانی ولاطینی شعرا مین بلکہ انکی تقلید سے انگریزی زبان کے شاعرون مین بھی یہ صنعت کسقدر مشہور ہے اسکے صرف کرنے مین کس قدر افراط کرتے ہین جو لوگ ان زبانون سے ماہر ہین اُن سے پوچھو کہ فقط شعر سمجھنے کے لیے کسقدر دیو افسانہ انھین یاد کرنا پڑتے ہین - جن قصون سے کہ نہایت نفرت ہوتی ہے تاریخ کی طرح اسی کو یاد رکھتے ہین کہ شعر ہی سمجھ مین نہین آسکتا اگر وہ سب کہانیان یاد نہون کیا اس صنعت کی خوبی مین کوئی شک ہوسکتا ہے لیکن کہنا کیا نہایت دشوار ہے - دیکھو کیا خوب کہا ہے ؎

ز عشق زار دم و عشقم بکشت زار ودریغ ... خبر نداد بر ستم کسے کہ سہراب ام

اسی طرح طباق ایک صنعت معنوی ہے جسمین متقابل ومتنافی چیزون کو جمع کرتے ہیں یہ کام بظاہر کیسا آسان ہے مگر کرنا بہت مشکل ہے -

یون مر گئے نہ یارون کو ہو بھاری ترا مردہ ... یون جی کہ طبیعت پہ نہ ہو بار کسی کی

عکس بھی ایک سہل سی صنعت معنوی معلوم ہوتی ہے مگر لکھنا آسان نہین ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ ... مجھکو غصہ پہ پیار آتا ہے

قصہ کوتاہ یہ استیعاب صنائع کا مقام نہین ہے آج تک کسی سے استیعاب ہو سکا جتنا کتب بلاغت مین ہے بہت کم ہے اور جتنا چھوٹ گیا بہت زیادہ ہے وقت یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض نوجوان ناتجربہ کاری سے اُن صنائع کو کھیل سمجھکر ادھر متوجہ نہین ہوتین اور جو باتین کہ واقع مین کھیل ہین اُن کو دقیق سمجھکر صنعت خیال کرتی ہین یہ نہین سمجھتے کہ اگر صنائع معنویہ ولفظیہ کو بے تکلفی سے کہہ سکین تو اسکے آگے معماد تاریخ وغیرہ ہیچ ہین -

نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر — کہ داو خانۂ ازل مین مگر
آتش گل یہ قند کا ہے قوام — شیرہ کے تار کا ہے ریشۂ دام

لفظ ازل کچھ بے محل ہے ازل کی جگہ قدر بہتر تھا۔

یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے — باغبانون نے باغ جنت سے
انگبین کے بحکم رب الناس — بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس

یعنی باغبانون نے باغ جنت سے بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس جنکے رس مین ہے انگبین کی مٹھاس۔ اس قطعہ مین رب الناس بھرتی کا لفظ ہے قافیہ کی ضرورت رفع کرنے کے لیے یہ تکلف کیا ہے۔ عربی و فارسی کے الفاظ جو محاورہ اردو مین جاری نہوے ہین اور غریب معلوم ہوتے ہین اکثر فصحا کے کلام مین موجود ہین لیکن وہان تازگی لفظ انکو منظور ہوتی ہے اور انکے لیے خاص مقامات ہین کسی کو یہ دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ ہمکو بھی اسیطرح غریب کا لفظ باندھنا درست ہے۔ یہان ایک نکتہ باریک ہے کہ بیان نہین ہو سکتا تاہم اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ فصحا جہان پر کسی ایسے لفظ کو استعمال کرتے ہین وہ لفظ معلوم ہوتا ہے انگینہ جڑ دیا ہے بات یہ ہے کہ بعض مقامات کا مقتضے یہ ہوتا ہے کہ ادیب چاہتا ہے آسمان سے تارے توڑ لائے اور لفظ کے بدلے اُسے یہان لگا دے مثلاً کبھی فرط محبت کے مقام پر جدت الفاظ کی ضرورت پڑتی ہے جیسے میر انیس کہتے ہین ؎

وہ لوذعی کہ جسکی فصاحت تھی لونکو بھاے — شعبہ جہان مین سنگریزان جیسے پھول مین

آتش کہتے ہین ؎

ان انکھڑیون مین اگر نشۂ شراب آیا — سلام جھک کے کرونگا جو پھر حجاب ہے

اظہار شان و شکوہ کے مقام پر میر انیس کہتے ہین ع حلہ انکھین استبرق و سندس کے ملینگے
مبالغہ کے مقام پر مرزا نے جدت لفظ کیا خوب کی ہے ع
شوق عنان گسیختہ دریا کہین جسے۔ جو شخص تازگی الفاظ کے مقامات کو پہچانتا ہے اور الفاظ تازہ ڈھونڈھ لیتا ہے خبر کو انشا کی صورت مین ادا کر سکتا ہے حقیقت کی جگہ مجاز اور تصریح کے مقام پر کنایہ کے استعمال پر قدرت رکھتا ہے اور تشبیہ متحرک بمتحرک معنی ضرورت کے ساتھ لا سکتا ہے اور محاورہ مین ڈوب کر لکھتا ہے

اور مطلب دل نشین کر دیتا ہے بس اسی کا قلم سحر طراز ہے ابن رشیق کہتے ہین جس کی طبیعت معنی آفرین نہو جسکے الفاظ مین تازگی نہو یا اور لوگ جسطرح سے مین ادا معانی سے قاصر رہجاتے ہین ادیب اسمین معنی زیادہ نہ کر سکے یا یہ کہ جن الفاظ مین غیر ضروری الفاظ وہ بول جاتے ہین شاعر و ادیب اُس مین لفظ نہ کم کر سکے یا ایک بات کو پھیر کر دوسری طرف نہ لیجا سکے اُسے ادیب و شاعر نہین کہ سکتے لیکن لفظ کی تازگی و ابتذال کو پہچاننا فطری امر ہے جیسے ہرن اور جنگل کا خوش نگاہ ہونا اور گرگ و شغال کا بد نظر ہونا بحکم فطرت ہے جو شخص اس ودیعت فطری سے محروم ہے وہ یہ بات نہین سمجھ سکتا کہ معرکے اس قطعہ مین انگبین کا لفظ تازہ ہے اور رب الناس غریب ہے۔ سر بمہر خوبصورت ہے اور لفظ رافت کریہہ۔ ابن اثیر لکھتے ہین کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو لفظ کے حسن و قبح کے منکر ہین اور قائل ہین کہ واضع نے جو لفظ بنایا ہے اچھا ہی بنایا ہے انکی یہ مثال ہے جیسے کوئی نازنین سہی قد و نازک اندام ہو اور ایک حبشن ہو جسکے گھنڈی سے بال کلاسی بھوین چھوٹی چھوٹی آنکھین مینڈکی سی ناک کلیجہ سے گال گردہ سے ہونٹ پھاوڑے سے دانت ہون کچھ فرق نہ کرے۔ اسی طرح لفظ کا سچ دینا بھی نگینون کے جڑنے سے کم نہین۔ ناسخ کا یہ مطلع ؎

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا — طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

الفاظ بھی نہین بلکہ محض الفاظ کے حسن سے شاندار و پر شکوہ ہو گیا۔ اگر معنے کو دیکھیے تو کچھ بھی نہین۔ میرے سینہ مین داغ فراق ہے میرا گریبان چاک ہے داغ کو آفتاب اور چاک جیب کو صبح کہنا تشبیہ مبتذل ہے۔ سب ہی کہا کرتے ہین لفظ ان الفاظ کی ہیئت اجتماعی نہایت شاندار ہے شعر کا ایک لفظ دوسرے لفظ کے پہلو مین وہ حسن دے رہا ہے جیسے جواہرات کی لڑی مین زمرد یاقوت کا رنگ کھلتا ہے اور لالڑی کے پاس نیلم جان پڑ جاتی ہے۔ لیکن ہر ایک جوہری اسطرح موتی نہین پرو سکتا اسکی تمیز خداداد بات ہے ایک شخص مجھسے کہنے لگے اگر ناسخ نے یون کہا ہوتا ع
میرا سینہ ہے مطلع آفتاب داغ ہجران کا۔ تو لفظ مطلع لفظ طلوع سے جو دوسرے مصرع مین

ہے۔ بہ نسبت لفظ مشرق کے زیادہ تر مناسب ہوتا۔ مین نے کہا مطلوع مین
بہ نسبت مشرق کے بھلا کیا حسن ہے بیت کا چراغ ہی گل ہو جاتا۔ پھر یہ کہ لفظ مطلع
بکسر لام ہے یہان کسرہ کے سبب سے مصرع مین ثقل نا گوار پیدا ہوتا ہے جسے صاحب
ذوق سلیم سمجھ سکتا ہے یعنے کسرہ لام کے سبب سے جمع کے ساتھ التباس
ہو جاتا ہے اور جو لفظ کہ جمع کی صورت رکھتی ہو اُسکے ساتھ (ہے) کا لفظ کا نون
کو برا معلوم ہوتا ہے۔ مراسینہ دہے مطلع، آفتاب داغ ہجران کا۔

یا لگا کر خضر نے شاخ نبات — مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل — ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل

خضر کا نام دو طرح سے نظم ہے بسکون ضاد اور بکسر ضاد خجل و خشن کے وزن پر
مصنف نے یہان خضر باندھا ہے اور اسے دیکھکر اُن کے متبعین نے دھوکا کھایا
وہ سمجھے استاد نے خضر باندھ دیا اور اس شعر کو سند قرار دیکر نظر و نثر کے قافیہ
مین خضر باندھنے لگے یہ غلط ہے اور متبعین کی خطا ہے مصنف کا کلام اصل مین مختار
غلط تو ہوا اگر خود لحن و غلط سے پاک ہے نخل درخت خرما کو کہتے ہین فارسی والون
نے عموماً درخت کے معنے پر باندھا ہے مگر کن فارسی والون نے جو عربی سے
بے خبر ہین ایسے لوگون کا تصرف قابل استناد نہین غرض آم کے درخت
کو نخل کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا۔

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس — رنگ کا زرد پر کہان بو باس
آم دیکھتا اگر ایک بار — پھینک دیتا طلای دست افشار

نقل ہے کہ خسرو پرویز کے پاس اسطرح کا کندن تھا کہ ہاتھ دبا کر جو چیز چاہو اُسکی
بنا لو پرویز نے اُسکا ترنج بنوایا تھا دسترخوان پر رکھا جاتا تھا۔ پھر کسریٰ نے
لیے سونے کا ساگ بنوایا اور زینت دسترخوان کیا خاقانی نے اُسی مضمون
کی تلمیح کی ہے۔

پرویز ترنج زر کسریٰ و تره زرین — زرین تره کو برخوان رو کم ترکو ابر خوان

دست افشار اسی سبب سے کہتے تھے کہ موم کی طرح ہاتھ ہی سے دب جاتا تھا۔
طلا سونے کے معنے پر معتبرین فارس نظم کر چکے ہین گو اس لفظ کی تحقیق کسی نے

قابل تشفی نہین لکھی اس معنی پر عربی مین قطعاً نہین آیا ہے۔ (خسرو پاس)
مین (کے) کا حذف محاورہ مین ہے لیکن قریب ترک ہو جانے کے ہے شعرت
کہتے ہین۔

اک نگاہ ناز مین دونون اُڑ جائینگے — دل کلیجے پاس تڑپے گا کلیجہ دل کے پاس

رونق کارگاہ برگ و نوا — نازش دودمان آب و ہوا

برگ و نوا ساز و سامان کے معنے پر بھی ہے اور برگ درختان و نوائے مرغان کا
بھی ایہام ہے۔

رہرو راہ خلد کا توشہ — طوبےٰ و سدرہ کا جگر گوشہ

موسیٰ و عیسیٰ و طوبیٰ و دنیا و عقبیٰ و ہیولیٰ و لیلیٰ کو امالہ کر کے قدما نے الف کو ی
کر دیا ہے اور دونون طرح نظم کیا ہے یہ دیکھ کر متاخرین فارس نے جو عربی سے بیگانہ
تھے غضب کا دھوکا کھایا ہے جن الفاظ عربی مین اصلی ی ہے اُسکو بھی الف
مقصورہ سمجھے اور دونون طرح نظم کرنے لگے مثلاً تجلی و تسلی و تماشی و تحاشی کو
تسلا و تجلا و تماشا و تحاشا کہنے لگے اس شعر کا پہلا مصرع باعتبار معنی بہت
سست ہے آم کو زاد راہ عقبیٰ کہنا بے مزہ بات ہے۔

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم — ناز پروردہ بہار ہے آم

پروردہ مربی کو بھی کہتے ہین یہ خطلع بولنا منظور تھا اور پورا مصرع برائے
بیت کہنا پڑا۔

خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو — نوبر نخل باغ سلطان ہو

اس شعر مین نخل باغ سلطان سے ولیعہد مراد ہین اور دوسرے عہد سے
زمانہ و وقت مراد ہے۔

وہ کہ ہے والی ولایت عہد — عدل سے اُسکے ہے حمایت عہد

پہلے عہد سے عہد و پیمان سلطنت مراد ہے اور دوسرے عہد سے زمانہ و وقت
مراد ہے۔

فخر دین عز و شان و جاہ و جلال — زینت طینت و جمال کمال

یعنی ممدوح کی ذات دین کے لیے باعث فخر اور کمال کے واسطے جمال ہے اور

یہ دونون اضافتین مانوس ہین باقی زینت طینت و عزت شان جاہ و جلال اضافتین بعض صنعت کے لیے ہین تکلف و تصنع سے خالی نہین۔

کارفرمائے دین و دولت و بخت — چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

مراعاۃ النظیر و ترصیع اس شعر مین ہے اور بے تکلف ہے۔

سایہ اُس کا ہما کا سایہ ہے — خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے

عنقا سیمرغ موسیقار یہ سب طائر شاعرون نے پامال رکھے ہین پھر ہما کا سایہ پڑنے سے بادشاہی ملنا چاندنی کا کتان کو ٹکڑے کرنا اور زخمی کو مار جانا زمرد کے سامنے افعی کا اندھا ہونا موسیقار و ققنس کے نغمون سے جنگل مین آگ لگ جانا۔ کبک کا آگ کھانا اور سمندر کا آگ مین رہنا یہ سب باتین یقینیات مین داخل ہین جمشید کا جام جہان نما بنانا فلاطون کا خم مین بیٹھنا لیلی کی فصد کھلنے سے مجنون کا خون بہنا اخبار متواتر مین سے ہے لیکن اردو فارسی کے شعر پر یہ منحصر نہین ہر دنیا کی قدیم و جدید جتنی زبانین ہین سب مین شاعری ایسے مضامین سے خالی نہین ہے دیکھو یونانی و لاطینی اور اُن کے مقلدین اہل یورپ جو ہین زمانہ مین ہین کس قدر خرافات کہانیان دیو و پری کے افسانہ امور مسلمہ مین سے فرض کرکے صنعت تلمیح مین صرف کیا کرتے ہین۔

اے فیض وجود سایۂ نور — جب تک ہے نمود سایۂ و نور
اے خداوند بندہ پرور کو — وارثِ گنج و تخت و افسر کو
شاد و دل شاد و شادمان رکھیو — اور غالب پہ مہربان رکھیو

شاد و دل شاد و شادمان تینون لفظ ایک ہی معنے کے ہین مگر اس محل مین تکرار معنی کیا تکرار لفظ بھی ہوتی تو بے جا نہ تھی گویا مطلب یہ ہے شاد رکھیو شاد رکھیو اور شاد رکھیو اور باوجود تکرار لفظ کے بھی برا نہین معلوم ہوتا اور جب کہ لفظ مین ذرا تصرف کر دیا تو اور بھی لطف ہو گیا رکھنا کے مقام پر رکھیو بھی ترک ہوا ورنہ مین جاری ہے بلکہ فصحا کی زبان ہے۔ مونس کہتے ہین ؎

دیجو نہ سرکشون کو امان اے دلاورو — اعدا سے چھین لیجو نشان اے دلاورو

جیتے نہ پھر لو صدقہ ہو مان اپنے لاڈلو — جانون پہ کھیل جائیو ہان اے دلاورو
میری تھین مین جان ہے گو بیحواس ہون — تم مڑ کے دیکھ لو کہ مین پردے کے پاس ہون

پانچوین مصرع مین (دہے) کے بعد (گو) اور پھر تقطیع مین گر گئی نہایت مکروہ لفظ پیدا ہوتا ہے مونس مرحوم سے بعید ہے چوک جانے کی وجہ غالبا یہ ہوئی ہے کہ انیس کے طرز مین پڑھتے وقت پانچوین مصرع کے درمیان مین ضرور وقف کیا کرتے ہین اور جب (دہے) پر وقف کر دو تو پھر نظر چوک جاتی ہے اور تقطیع مین جو قباحت ہو گئی ہے وہ چھپ جاتی ہے۔

اے شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر — اے جہاندار کرم شیوۂ بیشبہ و عدیل

شبہ و شبیہ و مثل و مثیل و نظیر و عدیل سب الفاظ مترادف ہین فلک منظر کے معنی کہ جس نے ممدوح پر نظر کی اُس نے گویا فلک پر نظر کی اُسکا منظر اور اُسکی رفعت فلک کی سی ہے۔

پانون سے تیرے ملے فرقِ ارادت اورنگ — فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

سر ارادت و جبین نیاز و دست دعا و پائے طلب و چشم امید و لب سوال و دندان آرزو بازوئے جہد و انگشت حیرت و گردن طاعت و کمر خدمت و زانوئے ادب و کف افسوس وغیرہ مین ویسی ہی اضافت ہے جیسی ادنی ہی ملابست کافی ہو گئی ہے۔ اگر یون کہتے کہ پانون پر تیرے سر رکھے فرق ارادت اورنگ تو معنے اُلٹے ہو جاتے ہین سبب یہ کہ اورنگ پر پانون ہوتا ہے نہ کہ پانون پر اورنگ سر رکھے مصنف نے اورنگ کا پانون کے نیچے ہونا ملحوظ رکھا ہے۔

تیر انداز سخن شانۂ زلف الہام — تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

جسطرح شانہ زلف کی گرہون کو کھول دیتا ہے اسیطرح تیرا سخن الہامی دقائق کو سلجھا دیتا ہے شاید یہ اشارہ بھی مصنف نے کیا ہے کہ سین سخن کے دندانے شانہ سے مشابہت رکھتے ہین لیکن یہ مطلب الجھا ہوا رہ گیا ہے دوسرے مصرع مین جو تشبیہ بدیع پیدا کی ہے الہامی مضمون ہے۔

تجھ سے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم — تجھ سے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

مطلب یہ ہے کہ جنھون نے قرب کلیم و بذل خلیل کو آنکھون سے نہ دیکھا تھا انھون نے

تیرے سبب سے دیکھ لیا کہ تجھ مین یہ دونون وصف موجود ہین۔

بسخن اوج دہ مرتبہ معنی و لفظ
بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

مطلب ظاہر ہے لیکن معنی و لفظ کے متعلق جو مباحث فن بلاغت مین مذکور ہین اُنکا ذکر یہان لطف سے خالی نہین۔ بڑے بڑے فصحاے ماہرین و ائمۂ فن بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہو کہ معانی ایک ہی طرح کے ہوتے ہین فقط لفظ و بندش و طرز ادا کاتب و ادیب کا کمال ہو۔ ماہیت لسانی سب مین ایک ہی ہے انفعالات سب طبیعتون مین ایک ہی طرح کے ہوتے ہین پھر مضامین کہان سے الگ الگ آئین گے اور لفظ کا غلبہ معانی پر ظاہر ہے مثلاً یون کہتے ہین کہ تو آفتاب ہے اور یون نہین کہہ سکتے کہ تو سورج ہے اس سبب سے علما نے معانی کے مباحث کی طرف بہت کم توجہ کی فقط اقسام بیان کر کے رہ گئے یعنی مدح و تشبیب ہجا و رثا۔ اعتذار و استعطاف۔ زجر و عتاب۔ فخر و وصف۔ شکر و شکایت لیکن آگے آئی آیت۔ اور الفاظ کے مباحث اور ادائے معانی کے طریقہ بیان کرنے مین پانچ فن منضبط کئے ہین صرف نحو معانی بدیع بلکہ فن لغت و مصطلحات بھی اسمین شامل ہے ابن رشیق کہتے ہین اکثر لوگونکی راے یہی ہو کہ خوبی لفظ مین معنی سے زیادہ اہتمام چاہیے لفظ قدر و قیمت مین معنی سے بڑھکر ہے اس سبب سے کہ معنی خلقی طور سے سب کے ذہن مین موجود ہین جاہل و ماہر دونون برابر ہین لیکن لفظ کی تازگی اور زبان کا اسلوب اور بندش کی خوبی ادیب کا کمال ہے دیکھو مدح کے مقام مین جو کوئی تشبیہ کا قصد کریگا وہ ضرور کرم مین ابر جرات مین ہزبر حسن مین آفتاب کے ساتھ ممدوح کو تشبیہ دے گا لیکن اس معنی کو اگر لفظ و بندش کے اچھے پیرایہ مین نہ ادا کر سکا تو یہ معنی کوئی چیز نہین۔ غرض کہ یہ مسلم ہو کہ معانی مین سب کا حصہ برابر ہے اور سب کے ذہن مین معانی بحسب فطرت موجود ہین اور ایک دوسرے سے معنی کو ادا کرتا رہتا ہو کسی کاتب یا شاعر کو معنی آفرین یا خلاق مضامین جو کہتے ہین تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جو معانی کسی قلم سے نہ نکلتے تھے وہ اس نے بیان کیے۔

اور یہ شبہہ کرنا کہ ہر مضمون کے چند محدود پہلو ہوتے ہین جب وہ تمام ہو چکتے ہین تو اس مضمون مین تنوع کی گنجائش نہین رہتی اب بھی اگر اسکی چھان بین کی جائیگی تو بجاے تنوع تکرار و اعادہ ہونے لگیگا صحیح نہین تفنن و تنوع کی کوئی حد نہین مثلاً دو لفظون کا ایک مضمون ہم یہان لیتے ہین "وہ حسین ہے"

اسمین ادنی درجہ کا تنوع یہ ہے کہ لفظ حسین کے بدلے اسکے مرادف جو الفاظ مل سکین اُنھین استعمال کرین۔ مثلاً

وہ خوبصورت ہے۔ وہ خوش جمال ہے وہ خوش شکل ہے۔ وہ سندر ہے۔ اُسکے اعضا مین تناسب ہو حسن اسمین کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسکے بعد بدلالت قرینہ مقام ذرا معنی مین تعمیم کر دیتے ہین مثلاً وہ آشوب شہر ہے کوئی اُسکا مد مقابل نہین۔ اُسکا جواب نہین۔ اُسکا نظیر نہین۔ وہ لاثانی ہو وہ بے مثل ہے وغیرہ۔

پھر اسی مضمون مین ذرا تخصیص کر دیتے ہین لیکن ویسی ہی تخصیص جو محاورہ مین قریب قریب مرادف کے ہوتی ہے کہتے ہین۔

وہ خوش چشم ہے۔ وہ خوب رو ہے۔ وہ موزون قد ہے۔ وہ خوش ادا ہے وہ نازک اندام ہے۔ وہ شیرین کار ہے وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو تشبیہ مین ادا کرتے ہین اور کہتے ہین

وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ اُسکا رخسارہ گلاب کی پنکھڑی ہو۔ وہ سیمین تن ہے اُسکا رنگ کندن سا دمکتا ہے۔ اُسکا قد بوٹا سا ہے۔ شمع اُسکے سامنے شرماتی ہو وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی مضمون کو استعارہ مین ادا کرتے ہین۔ مثلاً آفتاب سے اسطرح استعارہ کرتے ہین اُسکے دیکھنے سے آنکھون مین چکاچوند آجاتی ہے۔

چاند سے استعارہ۔ وہ نقاب اُلٹے تو چاند چھٹک جائے۔

چراغ سے استعارہ۔ اندھیرے مین اُسکے چہرہ سے روشنی ہو جاتی ہو۔

شمع سے استعارہ۔ اُسکے گھونگھٹ پر پردۂ فانوس کا گمان ہے۔

برق طور سے استعارہ۔ موسےٰ اُسے دیکھین تو غش کر جائین۔

آئینہ سے استعارہ جدھر وہ مڑتا ہے اُدھر عکس سے بجلی چمک جاتی ہے وغیرہ وغیرہ

پھر اسی مضمون کو کنایہ مین بیان کرتے ہین مثلاً۔

رنگ کی صفائی سے کنایہ۔ — وہ ہاتھ لگائے میلا ہوتا ہے

تناسب اعضا سے کنایہ۔ — وہ حسن کے سانچے مین ڈھلا ہے
خدا نے اُسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے

رنگ کی چمک سے کنایہ — اُسکے چہرہ کی چھوٹ پڑتی ہے

چہرہ کی روشنی سے کنایہ۔ — اُسکے عکس سے آئینہ دریای نور ہو جاتا ہے

دلفریبی حسن سے کنایہ۔ — بشر اُسے دیکھکر تملا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ

اسکے بعد تازگی کلام کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خبر کو انشا کر دین۔ اللہ رے تیرا حسن۔ تو اتنا خوبصورت کیون ہوا۔ سچ بتا تو انسان ہے یا پری کہین تو حور تو نہین۔ حور نے یہ شوخی کہان پائی۔ تو خدائی کا دعوی کیون نہین کرتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر دیکھیے مرادفات مین کسقدر تنوع ہے اور کسقدر تازگی لفظ و محاورہ کو اسمین دخل ہے تعمیم کے کتنے مراتب ہین تخصیص کے کسقدر درجہ ہین۔ تشبیہ کی کتنی صورتین ہین۔ استعارہ کے کتنے انداز ہین۔ کنایہ کی کتنی قسمین ہین۔ انشا کے کسقدر اقسام ہین۔ پھر ان سب کے اختلاف ترتیب و اجتماع کو کسی مہندس سے پوچھیے تو معلوم ہو کہ ایک حسن کے مضمون مین تقریبا لاتعد و لاتحصی پہلو نکلتے ہین یہ چند مثالین فقط الفاظ حسین کے بعض متنوعات کی تخمین حو گزرین۔

اسی پر قیاس کر لینا چاہئے کہ اگر مضمون طولانی ہو تو کسقدر اسمین تنوع کی گنجائش ہوتی خیال کرو ایک ماہیت انسانی کے کتنے افراد ہین اور ہر شخص کی صورت الگ الگ ہے۔ خط الگ الگ ہین آوازین الگ الگ ہین اسیطرح ایک ہی معنی کے لیے طرز بیان بھی ہر شخص کا الگ الگ ہے۔

پھر زمین شعر اسی لیے طرح کی جاتی ہے کہ ادا ے معانی کے لئے تازہ پہلو ہاتھ آئین۔ ہان مضمون کی تکرار اس نہج سے کہ دوسرے ہی وہی طرز بیان اور وہی پہلو ہو جو اول مین تھا بے شک سمع خراش ہے جیسے میر ممنون مرحوم کا دیوان ہے کہ چند لطیف مضمون اور چند اغراق کے پہلو ہین کہ کوئی غزل اور قصیدہ اُس سے خالی نہین

برخلاف انکے غنی کشمیری نے اسقدر آسیا کے مضامین اپنے دیوان مین بھرے ہین کہ لکھنؤ مین اُسکا نام ہیکار پسنہاری والا مشہور ہو گیا لیکن ہر مضمون الگ الگ ہے کہ اُسے تکرار مضمون نہین کہہ سکتے مصنف کے یہ دونون شعر۔

یار لاکے مرے بالین پہ اُسے پر کسوقت — منہ کفن سے کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس — منہ کفن سے کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہر ہر

تکرار بے مزہ سے خالی نہین یہان معشوق کے رشک بدگمانی کا مضمون مصنف نے ایک عجیب و غریب پہلو سے ادا کیا ہے ؏

اس قدر ذوق نواے مرغ بستانی مجھے — بدگمان ہوتا ہو وہ کافر نہ ہوتا کاشکے

پھر اسی بدگمانی کے مضمون کو اسی پہلو کے ساتھ تشبیہ کا رنگ دیکر کہتے ہین ؏

طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر — کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مری

اب اگر ان دونون شعرون مین مرغ بستانی و طوطی پر رشک کرنے کو مضمون سمجھ لو اور یہ کہو کہ اس مین تکرار معنے ہو گئی ہے تو یہ نزاع لفظی ٹھہرے گی اصل امر یہ ہے کہ مرغ بستانی و طوطی پر معشوق کا رشک کرنا معنی رشک کے ادا کرنیکا ایک پہلو ہے اور تکرار پہلو کے سبب سے بے مزگی پیدا ہوئی ہے اور پہلو بھی وہ پہلو جو مقتضاے عادت کے خلاف ہے اُس مین تکرار نہ بھی ہوتی تو بھی بے مزہ تھا غرض کہ ان دونون شعرون مین بھی تکرار معنے کے سبب سے بے مزگی پیدا نہین ہوئی ہے جس پہلو سے معنی کو ادا کیا ہے وہ پہلو بے لطف ہے اور تکرار سے اُسکی اور بھی زیادہ بے لطفی اور بے مزگی پیدا ہوئی اس مثال سے یہ نکتہ سمجھ لینا چاہئے کہ ادا ے معانی کا پہلو یا پیرایہ یا طرز وہ چیز ہے کہ اُسکی تکرار ناگوار ہوتی ہے کہ وہ اصل مین تکرار لفظ ہے۔ نہ تکرار معنے۔

تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توفیر — تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل
ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر — زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

یعنی ماہ کا برج ثور مین آنا اور زہرہ کا برج حوت مین تحویل کرنا دلیل عیش و طرب ہے اور تیرے عہد مین ہمیشہ عیش و طرب قایم کرنے کے لیے ماہ نے ثور مین اور زہرہ نے حوت مین قیام کر لیا۔

تیری دانش مری اصلاحِ مفاسد کی رہین — تیری بخشش مرے انجاحِ مقاصد کی کفیل

مصرعِ اول میں (مرے) بھی پڑھ سکتے ہیں اس سبب سے کہ مفاسد جمع مذکر ہے اور (مری) بھی پڑھ سکتے ہیں اس سبب سے کہ اصلاح مؤنث ہے۔

تیرا اقبالِ ترحم مرے جینے کی نوید — تیرا اندازِ تغافل مرے مرنے کی دلیل

یہاں اقبال کے معنے رخ کرنیکے اور ملتفت ہونیکے ہیں۔

بختِ ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھکو اماں — چرخِ کجباز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

اس سے پہلے شعر میں بادشاہ کے تغافل کی کسی قدر شکایت نکلتی تھی اس شعر میں اس شکایت کو بخت و فلک کی طرف منسوب کر دیا۔

پیچھے ڈالی ہے سرِ رشتۂ اوقات میں گانٹھ — پہلے ٹھونکی ہے بنِ ناخنِ تدبیر میں کیل

ہندی قافیہ کس حسن سے باندھا ہے یعنے جسکے ناخن میں کیل ٹھونکی گئی ہو وہ کیونکر گرہ کھول سکتا ہے گانٹھ کا لفظ اب متروک ہے ہاں گننے کی گانٹھیں بولتے ہیں یا گرہ کے ساتھ ملا کر گانٹھ گرہ کہتے ہیں۔

تپشِ دل نہیں بے رابطۂ خوفِ عظیم — کششِ دم نہیں بے ضابطۂ جرِّ ثقیل

یعنے دل کی تپش خوفِ عظیم سے خالی نہیں اور سانس کا لینا میرے لیے جرِّ ثقیل سے کم نہیں۔

دُرِ معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈاڑھی — غمِ گیتی سے مرا سینہ امر کی زنبیل

جس طرح لقا کی ڈاڑھی میں موتی پروئے گئے تھے اسی طرح میرے اشعار بھی گوہر ہیں لیکن فکرِ دنیا کی سمائی میرے سینہ میں اسقدر ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری صحابی کی زنبیل میرا سینہ ہو گیا ہے یہاں عمرو کو مصنف نے الف سے لکھا ہے اور میم کو متحرک نظم کیا دونوں باتیں غلط ہیں اصل امر یہ ہے کہ داستان گویوں نے مغازیِ سرورِ عالم سُن سُن کر خود بھی ویسے ہی قصہ بنانا چاہا ہے تو موضوعِ داستان انھوں نے حضرت حمزہ عمِ رسالت مآب کو قرار دیا اور عمرو بن امیہ صحابی کو انکا عیار مقرر کیا اس سبب سے کہ حضرت حمزہ بڑے شجاع تھے اور عمرو بڑے عیار تھے انکو آنحضرت نے جاسوسی کے لیے مشرکین مکہ میں بھیجا تھا اور مشرکین نے خبیب صحابی کو سولی پر چڑھا دیا تھا عمرو ان سب کی آنکھ بچا کر خبیب کو سولی پر سے چرا لے گئے تھے اس

سبب سے ان بیچارہ کے لیے عیاری کا عہدہ داستان گویوں نے تجویز کیا غرض کہ حمزہ اور عمرو یہ دونوں نام مغازی میں سے لئے گئے ہیں میں نے خود سنا ہے داستان گویوں کو اسطرح کہتے ہوئے (عیارِ عیاران عمرو بن امیہ ضمیری) یعنے عمرو کے باپ کا اور خاندان تک کا نام داستان میں ذکر کرتے ہیں مصنف کو یہ دھوکا ہوا کہ جسطرح قصہ فرضی ہے نام بھی بے اصل ہے گا عمرو نہیں امر سہی۔

فکر میری گہر اندوزِ اشاراتِ کثیر — کلک میری رقم آموزِ عباراتِ قلیل

آموختن لازم و متعدی دونوں معنے کے لیے آتا ہے یہاں رقم آموز میں معنی لازم اچھے معلوم ہوتے ہیں یعنے لکھنا سیکھنے والا اور متعدی کے معنے اگر لیں تو رقم آموز کو اسم مفعول ترکیبی سمجھنا چاہیے یعنی جسے لکھنا سکھایا گیا ہے جیسے مرغِ دست آموز کہتے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ میں اپنی عبارات قلیل میں اشارات کثیر رکھتا ہوں یعنے گو میں نے اپنا حال صاف صاف نہیں عرض کیا ہے مگر اشارات کثیر اس میں موجود ہیں جس سے سب کیفیت آپ سمجھ سکتے ہیں۔

میری ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح — میری اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

یعنے گو میں نے اپنا حال با ابہام و اجمال کہا ہے لیکن یہ ابہام و اجمال توضیح و تفصیل سے بڑھکر ہے یعنی قلیل اللفظ و کثیر المعنے ہے۔

نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف — جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

اس شعر کے بھی الفاظ مطابق عرضِ حال نہیں۔ ہاں بالتزام یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ میری حالت اچھی نہیں ہے میری خاطر جمع نہیں ہے جیسا اوپر کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصریح منظور ہی نہیں ہے۔

قبلۂ کون و مکاں خستہ نوازی میں یہ دیر — کعبۂ امن و اماں عقدہ کشائی میں یہ ڈھیل

اسی قطعہ میں یہ دوسرا ہندی قافیہ کیا ہے عقدہ کشائی سے ڈھیل دینے کو کسقدر مناسبت ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی یعنی یہ سچ ہے کہ بے ڈھیل دیے گرہ نہیں کھل سکتی لیکن اسقدر ڈھیل کوئی دیتا ہے۔

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیرونکی وفاداری ... کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے
بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو ملجاؤ ... قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

یعنے جب غیرون سے لگاؤ ہو گیا تو مجھسے کیون اسقدر شرمندگی ہے۔ کہ ملنا جلنا چھوڑ دیا مین قسم کھاکے کہتا ہون کہ مین کبھی اس بات کا طعنہ تمھین نہ دونگا یہ قطعہ ایسا بے تکلف نظم ہوا ہے کہ نثر بھی ایسی نہین ہو سکتی مگر ایک تو تعقید معنوی ہو گئی ہے کہ اوپر والے شعر مین یہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم خاموش رہتے تھے اور دوسرے شعر مین کہتے ہین کیون ہم نہ کہتے تھے دوسرے یہ کہ تم غیرون کی وفاداری تقریر کیا کرتے تھے خلاف محاورہ ہے جس جگہ لفظ تقریر کو صرف کیا ہے محاورہ مین یہان لفظ بیان ہے یا اظہار۔

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین ... اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہای ہاے
وہ سبزہ زار ہای مطرا کہ ہے غضب ... وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہای ہاے
صبر آزما وہ اُنکی نگاہین کہ حف نظر ... طاقت ربا وہ اُنکا اشارا کہ ہای ہاے
وہ میوہ ہاے تازہ و شیرین کہ واہ واہ ... وہ بادہ ہای ناب گوارا کہ ہای ہاے

حف نظر چشم بد دور کے معنے پر اُردو کا محاورہ ہے لیکن یہ لفظ ہندی معلوم ہوتا ہی فارسی مین کہین نہین ہے اور عربی مین بھی حف ان معنی پر نہین ہے غرضکو چ ہے اسکو نہ لکھنا چاہیے۔

ہی جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی ... زیب دیتا ہی اسے جسقدر اچھا کہیے

یعنے اچھی اسی سبب سے ہے کہ تمھارے ہاتھ پر رکھی ہی۔

خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے ... ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے

انگشت بدندان ہونا حیرت کا نقشہ ہے سر بگریبان ہونا فکر کی صورت ہی۔

مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے ... حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیے

یعنے کسی نامہ شوق کی مہر ہے یا کسی معشوق کا تعویذ ہے۔

مسی آلود سر انگشت حسینان لکھیے ... داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے

پانچ انگلیون مین ایک طرف انگوٹھا دوسری طرف چھنگلیا ہی انگوٹھے کے بعد کلمہ کی انگلی ہے اسکے بعد بیچ کی انگلی اسکے بعد جو انگلی ہے اسکا نام عورتون نے مسی کی انگلی رکھ لیا ہی اور اُسی انگلی سے مسی لگانے کا دستور رکھا ہے یہان محل بیچ مین داغ سے تشبیہ کچھ بیجا نہین ہے اس لیے کہ اگر سر انگشت مسی آلود حسینون کے لئے باعث زینت ہے تو داغ جگر عشاق کے واسطے سبب تزئین ہے۔

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے ... سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

مانا بمعنے مشابہ ماندن سے مشتق ہے جیسے خوانا خواندن سے۔ مذاق اہل اردو مین یہ لفظ الوس ہے۔ فارسیتہ مصنف کی یہان اردو پر غالب ہو گئی ہے کہ لفظ مانا کو اردو مین قابل استعمال سمجھے۔

اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجئے ... خال مشکین رخ دلکش لیلی کہیے

اختر سوختہ کو کچھ چکنی ڈلی کا رنگ اس مین پیدا کیا۔

حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض ... نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے

اوپر کے اشعار مین جیسی مراعاۃ مصرعون مین چلی آئی وہ یہان نہین باقی رہی مثلاً نگین سلیمان و سر پستان پریزاد یا اختر قیس و خال لیلی مین مراعاۃ النظیر ہے اور حجر الاسود کو نافہ آہو سے یا دیوار حرم کو بیابان ختن سے کچھ مناسبت نہین۔

وضع مین اسکو اگر سمجھیے کاف تریاق ... رنگ مین سبزہ نوخیز مسیحا کہیے

دبھیے کا لفظ اسطرح نظم ہوا ہی کہ میم ساکن اور جیم متحرک ہو گیا ہے اس لفظ کو اس طرح کسی نے نہین موزون کیا نہ یون محاورہ مین ہے۔

صومعہ مین اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز ... میکدہ مین اسے خشت خم صہبا کہیے

یعنی عبادت خانہ مین اسے مہر نماز کا رتبہ حاصل ہی جیسے عابد سجدہ گاہ کہتے ہین اور میخانہ مین اسے خشت پاے خم کا مرتبہ حاصل ہی جسپر مست سجدہ کرتے ہین۔

کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے — کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے

چکنی ڈلی وہ نقطہ ہے کہ تمنا پرکار کی طرح جسکے گرد پھرتی ہے

کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجیے — کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے

یہ چکنی ڈلی ایسی نایاب چیز ہے کہ اسے مردمک دیدۂ عنقا کہہ سکتے ہین۔

کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلیٰ لکھیے — کیون اسے نقشِ پئے ناقۂ سلمیٰ کہیے

تکمہ اردو مین غلط طور سے مستعمل ہے فارسی مین گھنڈی کے معنے پر بولتے ہین جو معنی کہ ہم نے لیے ہین اور اس صورت مین تشبیہ کی وجہ ظاہر ہے ہم لوگ جو تکمہ گھنڈی کے حلقہ کو سمجھتے ہین یہ غلط ہے اور پے فارسی مین بمعنے پا بھی آیا ہے اور ناقہ کے نقشِ پا کو ڈلی سے جو مشابہت ہے وہ ظاہر ہے۔

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض — اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لکھنؤ کی زبان مین ڈلی کو اب سپاری کہنا مکروہ سمجھتے ہین۔

نہ پوچھ اسکی حقیقت حضورِ والا نے — مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر — جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

مطلب یہ ہے کہ ایسی روٹی بہشت مین بھی نہین ہے اس لئے اگر ہوتی تو آدم نے بھی کھائی ہوتی اور اسے کھاتے تو پھر گیہون کیون کھاتے اور خلد سے نکالے ہی کیون جاتے۔

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے

یعنی احوال واقعی کی گذارش مجھے منظور ہے نہ کہ اپنی حسن طبیعت کا بیان لیکن شعر کی بندش الجھی ہوئی ہے۔

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

یعنی اہل سیف اہل قلم سے زیادہ عزت رکھتے ہین۔

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلحِ کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

عداوت نہونے کو تین لفظون سے مؤکد کیا ہے (ہرگز) سے مطلق تاکید نکلتی ہے (کبھی) سے ہر زمانہ کا استیعاب کرلیا ہے (کسی) سے ہر شخص کا استیعاب کیا ہے اور آزادہ رو سے آزاد روش مراد ہے۔

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

مطلب یہ ہے کہ غلامی کا شرف میرے لیے کیا تھوڑا ہے جو شاعری کو ذریعۂ عزت خیال کرون گو یہ سچ ہے کہ اور غلامون کی طرح ثروت و منصب نہین۔

استادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے

اس قطعہ مین جس جس پہلو سے معنی استعطاف کو مصنف نے باندھا ہے قابل اسکے ہے کہ اہل قلم اس سے استفادہ کرین ایسے پہلو شاعر کے سوا کسی کو نہین سوجھتے یہ عرش کے خزانے سے نکلے ہین اور اسکی کنجی شاعرون کے سوا کسی کے پاس نہین لیکن نثر کی سبھی کو ضرورت ہے اور جس جس مضمون پر نثار کو قلم اٹھانا پڑتا ہے ان مضامین کی تزئین و تحسین شاعرون کی خوشہ چینی کیے بغیر نہین ہوسکتی۔ ابن رشیق کہتے ہین بحتری نے محمد بن عبد الملک زیات کی فصاحت و بلاغت کی مدح مین جو یہ شعر کہا ہے ؎

ومعانٍ لو فصلتہا القوافی — ہجنت شعر جرول ولبید

ظاہر ہے اس بات پر کہ شعر کو نثر پر فضیلت ہے ابن اثیر کی مہارت و براعت فن نثر و کتابت مین منارۂ ادب و عصارۂ رطب ہے۔ کانہ علم فی راسہ نار، مگر مقدمہ مثل السائر مین دیکھو فصل عاشر مین وہ کیا وصیت کرتے ہین کہتے ہین اہل قلم کو فحول شعرا کا کلام حفظ کرنا اور شعر سے استنباط معانی و اخذ مضامین کی مشق کرنا اور شعر کو الفاظ بدل کر نثر مین لے آنے کی مہارت پیدا کرنا ضرور ہے اسکی مثال مین بہت دور تک اپنے خطب و مکاتیب کے فقرے لکھے ہین جس مین استعطاف مودت۔ محبت آمیز شکایت۔ خطون کا جواب نہ لکھنے کی معذرت فتح کی تہنیت۔ اموات کی تعزیت۔ رفتار عمر کی سرعت۔ مدح جود و سخاوت وصف قتال و شجاعت۔ ذکر فخر و سیادت۔ حزم و دوربینی کی صفت۔ دشمنون سے مکر کرنے کی خوبی۔ سفر کے فوائد شیرین کلامی کی توصیف۔

دوست کی تعریف۔ دنیا کی مذمت۔ زہد کی خوبی۔ بڑھاپے کی برائی۔ ابنائے وطن
کی بے مروتی۔ سفر کی دیرانی۔ ممدوح کے حاسد کی مذمت۔ صورت پر سیرت کی
فضیلت کے مضامین ہیں اور ہر مضمون کو جس جس شعر سے لیا ہو وہ شعر بھی
لکھ دیا ہے اور شاعر کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ فرزدق و بحتری و ابو تمام و ابو نواس و
ابو العتاہیہ و متنبی و ابن الرومی و شریف رضی کا کلام اکثر انکا ماخذ ہے اسکے بعد
لکھتے ہیں کہ شعر کو نثر بنانا اور شاعر کے کلام سے فائدہ اٹھانا ایک مبسوط فن ہے
اسکے لیے الگ ایک کتاب میں نے تصنیف کی ہے وشی المرقوم فی حل المنظوم
لیکن شاعر جب معانی سے سابقہ رہتا ہے وہ اکثر تہنیت و تعزیت و
شعار و گوارغ و سپاس و مدح و عتاب و قدح وغیرہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان
باتوں کا فائدہ دیوان غزل سے بہت کم حاصل ہو سکتا ہے ان مثنویاں اور مرثیہ
اور قصائد میں اسمیں غور کریگا تو بہت کچھ پائیگا اسی دیوان میں کیم ہو غزلوں میں
ایسے شعر کم نکلیں گے۔ جنکے مطالب کو شاعر عرف کرسکے برخلاف اسکے لوم
سکے وہ اشعار ہیں جو عارف کے مرثیہ میں کہے ہیں یا میمیہ قصیدہ جو ادیر گزر اور عذرت
کا قطعہ جسکی شرح ہو رہی ہے یا وہ قطعہ جسمیں تنخواہ کے ماہ بماہ نہ ملنے کے
شکایت آگے چل کر کی ہے اس طرح کا کلام البتہ مفید عام ہوتا ہے غزل
اگر ایسی ہو کہ مطلع سے مقطع تک ایک ہی مضمون ہو تو بھی غنیمت ہے ستم
کی بات تو یہ ہے کہ شاعر غزل گو کسی مضمون کے کہنے کا قصد ہی نہیں کرتا جس
قافیہ میں جو مضمون اچھی طرح بندھتے دیکھا اسی کو باندھ لیا ایک شعر میں
بت پرستی ہے دوسرے میں توحید و عرفان ابھی ناقوس پھونک رہے تھے۔
اسکے بعد ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا پاتو میخانہ میں مست و سرشار تھے یا وعظ و پند
کرنے لگا ابھی شب وصل کے مزے لوٹ رہے تھے ابھی شب ہجر میں مرنے
لگے ایک شعر میں معشوق کی پردہ نشینی و شرم و حیا کا دعوے کیا دوسرے
میں اسکے ہرجائی پن کا شکوہ کیا ابھی جوش شباب و شوق شراب تھا ابھی
پیری آگئی اور خضاب لگا رہے ہیں یا تو حشر و نشر کا انکار تھا یا محشر میں
کفر سے پہلے فریاد بھی کر رہے ہیں جیسے معشوق حضور کہہ بے تھے اسی ہستی تو انکار کرنے لگے

ہیں مسلمان مگر شعر میں زندقہ بطور ہوا ہو مسئلہ بل حدیث کا ہی مگر ہمہ اوست کے مضمون سے
غزل خالی نہیں جاتی انکار رویت عقیدہ میں داخل ہو مگر حشر میں دیدار ہو نیکا مضمون
باندھ لیا کرتے ہیں شراب پینا تو کیسا اس طرف دیکھا بھی گوارا نہیں مگر شعر کہوتو ایسے
بہکتے کوئی خراب و آوارہ بھی ہیں اصل یوں ہے کہ تو وحش کو کبھی چھو سکتے بھی نہیں مگر شعر
میں انکا اکال مچا رہا ہے تو لکھا لیتے ہیں میں خود بھی غزل کہتا ہوں اور رسم زمانہ کے
موافق ایسے ہی بے سروپا مضامین باندھ لیا کرتا ہوں مگر انصاف یہ ہے کہ جس کلام
میں ایسا تناقض و تہافت بے دریے ہو اسمیں کیا اثر ہوگا۔ دوسری قباحت یہ ہے
کہ شاعر غزل گو کو مضمون کہنے کی مشق نہیں ہوتی بلکہ قافیہ و ردیف سے مضمون پیدا
کرنے کی مشق کیا کرتا ہے برخلاف شاعر قصیدہ گو و مثنوی گو کے کہ وہ ایک مضمون کی طرف
قلم اٹھاتا ہے اور قافیہ و ردیف کو اس مضمون کا تابع بنا لیتے ہیں قصیدہ گو و مثنوی گو کی
سیدھی راہ ہے اور غزل گو کی الٹی چال ہے غزل گو جس طرح کہتے ہیں اور قصیدہ مثنوی و مرثیہ
کہنے والے مضمون طرح کرتے ہیں۔ غرض کہ مضمون کہنے کی مشق غزل گو کو نہیں ہوتی مضمون
گوئی کا خاتمہ مرثیہ گویوں پر ہو گیا اور ہمیں شک نہیں کہ اردو فارسی کی شاعری میں
غزل گویوں سے وہ بازی لے گئے۔ ابتدا میں مرثیہ گویوں کو الفاظ کی صحت اور قافیہ و ردیف
کی درستی کا زیادہ اہتمام نہ تھا اس سبب سے مرثیہ گو بگڑا شاعر کہلاتا تھا لیکن میں یہ
کہتا ہوں کہ غزل گو تو بنا شاعر ہے بلکہ نا شاعر ہے مضمون پر قلم اٹھانا مشکل کام ہے اور زمین
غزل میں قافیہ و ردیف کو ربط دینا آسان امر ہے اسی آسانی کے سبب سے ہر کس
و ناکس غزل کہہ لیتا ہے شعر گوئی کی ابتدا غزل سے کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ معراج
شعر کا یہ پہلا زینہ ہے اسی کو درجۂ کمال نہ سمجھ لینا چاہیے۔ گو اردو کہنے والے شعرا
غزل میں زیادہ کھنچے رہے اب بھی شاعر و نا شاعر کا تفرقہ غزل سے ظاہر ہو گیا
غزل گفتہ آغا جو شرف کو ایک دن کہنے لگے کہ میر علی اوسط رشک نے چالیس
پینتالیس لفظ شعر میں باندھنا ترک کیے ہیں اور یہ امر ثبوت کو پہنچا ہے اپنے شاگردوں
کے سوا کسی کو نہیں بتاتے اور وصیت کر گئے ہیں کہ یہ دولت سینہ بسینہ میرے
ہی تلامذہ میں رہے کسی اور کو نے بتلائی رکھو لو میں ہر گز نہ بتاتا مگر تم سے اعلام ہو گیا
[illegible] باتوں میں کو دکھلانا اور بتلانا باندھا کر و دکھانا اور بنانا اختیار کیجئے دو ہاں کی جگہ

پر اور تلک کے مقام مین تک مرا کو میرا کو اور تیرا کو تیرا لکھنا چاہئے سدا کی جگہ ہمیشہ باندھو پرستان ہندی لفظ ہے کہین فارسی سمجھ کر اسے بے اعلان نون نہ نظم کر جانا لفظ خون مین بھی نون کا ظاہر کرنا ضرور ہے شمشیر مین یاے مجہول ہے اسے کبھی تیر و زنجیر کے ساتھ قافیہ نہ کرنا علے ہذا القیاس کوئی کام کی بات نہین ہے مگر میرے دیوان کا تفحص کرو تو معلوم ہو کہ اسّی ہیاسی لفظ ایسے مین نے چھوڑ دیے ہین جیسے تمام شعرا باندھا کرتے ہین اور کوئی غزل اُنکی اُن سے خالی نہین رہتی مثلاً بت و صنم و کلیسا و بتخانہ و برہمن و ناقوس و زنار و زاہد و واعظ و ناصح و شیخ و پیر مغان و مغبچہ و ساقی و رند و میخانہ و جام و ساغر و شیشہ و قلقل و شراب و صہبا وغیرہ کوئی شاعر چھوڑ دے تو جانین مین نے پوچھا آپ نے ان الفاظ کو کیون چھوڑ دیا کہنے لگے میرے رنگ کے خلاف ہین جس شعر مین مین نے یہ الفاظ دیکھے کبھی اُس شعر نے مجھے مزہ نہین دیا ہان اُستاد کے اس شعر مین ؎

چپ ہو کیون کچھ منہ سے فرماؤ خدا کے واسطے
آدمی سے بت نہ بن جاؤ خدا کے واسطے

کچھ عجب طرح سے بت کا لفظ آگیا ہے اگر اس طرح مجھے ملے تو مین بھی باندھ جاؤنگا غرض اس کو ترک الفاظ کہتے تھے مگر اصل مین دیکھو تو مضمون غزل کی اصلاح ہے افسوس ہے واجد علی شاہ جنت آرامگاہ کے ساتھ لکھنؤ سے جو شعرا مٹیا برج مین گئے تھے شفق قاسم درخشان ہنر عیش بہار مائل شرف طوطے یاور سب کے سب نغز گفتار و نازک خیال شاعر صاحب دیوان تھے تمام عمر شعرگوئی مین صرف کی اور خون تھوک تھوک کر اس فن مین جگر کاوی کر گئے ان مین سے سات شخصون کو سبعہ سیارہ کا خطاب تھا اب ان مین سے یا دش بخیر ایک شیخ صادق علی صاحب مائل سنتا ہون کہ ابھی تک زندہ ہین باقی سب کے سب مر گئے اور افسوس یہ ہے کہ سارا کلام بھی اُنکا نہین معلوم کیا ہو گیا غرض کا کچھ کلام راجہ امیر حسن خان بہادر کے ہاتھ لگا تو اُنھون نے چھپوا دیا۔

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

نحوی لوگ تو ضمیر کو کھونٹ بولتے ہین مگر وہ ضمیر اور معنے پہ ہے مصنف نے یہان ضمیر کو دل کے معنے پر لیا ہے اور دل لفظ مذکر ہے ؎

خدا نے تجھکو بنایا صنم وہ مرجع کل
ہر ایک دل تیری جانب ضمیر ہو کے پھرا

مین کون اور ریختہ۔ ہان اس سے مدعا
جز انبساط خاطر حضرت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ لینی مجھے ریختہ کہنے سے کیا واسطہ کہان مین کہان ریختہ گوئی مجھے تو فارسی کا ذوق ہے فقط آپکی خوشی کرتا ہون جو اردو کہتا ہون۔

سہرا لکھا گیا نہ رہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے

لینے مقطع کا یہ مصرع دیکھین اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا ایک سخن گسترانہ و شاعرانہ بات ہے اسے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ واقع مین میرا یہ خیال ہے اور شاعرون مین باہم دگر ایسے امور اکثر پیش آجاتے ہین۔ ایک دفعہ میر انیس نے ایک رباعی مین فرمایا ؎

روتے ہین ریا سے جو کہ مجلس مین ہین
اشک انکے بھی موتی ہین مگر جھوٹے ہین

مرزا دبیر نے اُسکا جواب دیا ؎

ہان اشک ریائی کا بھی ہے مول بہت
موتی سچے ہین نا جوہری جھوٹے ہین

اس شعر سے صاف صاف یہ بات معلوم ہو گئی کہ اردو فارسی کے شعر مین جو مضمون ہوا سے شاعر کا عندیہ و مافی الضمیر نہین سمجھتے ہین لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ غزل کے اشعار مین البتہ شاعر جو چاہے کہہ جائے مرفوع القلم ہے مگر مقطع مین جو کچھ وہ کہتا ہے اُسے اُسکا قول اور مافی الضمیر اور معتقدہ اور عندیہ سب لوگ سمجھتے ہین۔ جو لوگ غیر زبانون کی شاعری دیکھے ہوے ہین وہ جب اُردو و فارسی کی غزلون کا اُس سے مقابلہ کرتے ہین تو یہ اعتراض ضرور اُنکے دل مین خطور کرتا ہے کہ یہ شاعری سراسر تصنع ہے جو دل سے نکلی ہوئی بات مین ہوتی ہے وہ اثر اس مین نہین پایا جاتا اگر غزل کے ایک شعر سے کچھ اثر کسی پر پیدا ہوتا ہے تو دوسرے شعر مین اُسکی نقیض سُنکر وہ بات بھی جو دل مین کھپ گئی تھی محو ہو جاتی ہے اور جب سننے والے کو خیال ہو جاتا ہے کہ اصل مین کچھ بھی نہین سب تصنع و تکلف ہے تو شعر سے جو

مزہ لینا چاہیے وہ اسے نہین حاصل ہوتا بلکہ وہ اثر رکھتی ہے اُنکی غزل مجذوب کی بڑ کا۔ برخلاف اس کے غیر زبان والے شعرا کہ جب تک عاشق مزاج نہون عاشقانہ مضامین نہین باندھتے اگر شراب پر رغبت نہین رکھتے تو کبھی شراب کی تعریف نہین کرتے اگر مذہب و ملت سے بیزار نہین ہوتے تو اُسکا استہزا بھی نہین کرتے اکثر شاعرون کا یہ کام ہے کہ کوئی واقعہ نظم کرتے ہین جیسے کعب بن مالک نے اجلاے بنی نضیر و حرق بویرہ کا حال نظم کیا ہے۔ سودا نے حافظ رحمت خان کی شکست کا حال نظم کیا ہے فردوسی نے رستم و اسفندیار کے محاربات لکھے ہین والیکی و ہومر نے بھی اسی طرح اپنی اپنی قوم کے شجاع و جنگجو لوگون کے کارنامے لکھے ہین۔ انیس نے واقعہ الطف کو نظم کیا ہے یا یہ کرتے ہین کہ کوئی قصہ دل سے بناتے ہین اور اُسے نظم کرتے ہین شکسپیر یورپ مین بہت مشہور ہے۔ میر حسن کی مثنوی اور امانت کی اندر سبھا اور نواب مرزا کی تینون مثنویان اسی باب سے ہین یہ دونون بڑے میدان ہین جس مین شاعر کی واقعہ نگاری کی قوت اور ادا بندی کا سلیقہ اور مصوری کا طریقہ ظاہر ہوتا ہے اور غزل اس میدان سے کوسون دور ہے یا یہ کرتے ہین کہ مختصر مختصر حکایات و نوادر و روایات باعجاز و اختصار نظم کرتے ہین اور اُس سے کوئی اخلاقی مضمون استنباط کرتے مفصل بحث اس مسئلہ کی لکھدیتے ہین اس میدان مین سعدی گوئے بلاغت لے گیا یا یہ ہوتا ہے کہ شاعر تصوف و معرفت مین کوئی خاص راے اور مذہب رکھتا ہے اُسی کو کبھی بہ تمثیل کبھی بہ تفصیل کبھی مبادی یقینیہ کبھی قضایاے شعریہ سے ثابت کرتا ہے جیسے مولوی روم و حکیم سنائی کا کلام ہے یونانیون کے زمانہ مین شعرا کا فلاسفہ مین شمار تھا اُن کا مذہب اور اُنکی راے خاص ہوا کرتی تھی یہ بات نہ تھی کہ جیسا قافیہ دیکھا اُس کے مطابق مضمون باندھ لیا

گو اپنی راے کے خلاف ہو گو اپنی وضع کے مناسب نہو اور سچ یہ ہے کہ مقتضاے فطرت و عادت کے خلاف یہ بات ہے کہ ایسی بات منھ سے نکالنا جائز سمجھین جو اپنی راے مین ناجائز ہو فارسی و اردو کی غزلون کے سوا اور کسی زبان مین یا کسی صنف کلام مین ایسا نہین کرتے۔

روے سخن کسیکی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

یعنی ایسا دیوانہ مین نہ تھا کہ اُستاد بادشاہ ذوق سے پرخاش و قطع محبت کرتا وہ کیا کسی کی طرف روے سخن ہو تو قلم کیطرح منھ کالا ہو

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

یہ شعر مصنف کی بلاغت کی سند اور استادی کی دستاویز ہے جو لوگ محض غزل مین قافیہ پیمائی کیا کرتے ہین اُنکی فکر کو اُن مضامین عالیہ کی طرف رسائی ممکن نہین جس راہ پر وہ لگے ہوے ہین وہ اس میدان سے کوسون دور ہے۔ شیخ الرئیس لکھتا ہے کہ شعر کبھی فقط حیرت و تعجب پیدا کرنے کے لیے کہتے ہین کبھی اغراض و معاملات کے لیے کہتے ہین شعرا غزل گو کی شاعری پہلی قسم کی ہے کہ موسیقی و مصوری کی طرح اُس کی غایت بھی محض حظ نفس و تغذیہ روح کے سوا اور کچھ نہین ہوسکتی لیکن دوسری قسم البتہ اہتمام و اعتنا کے قابل ہے ہر ادیب و اہل قلم اسکا محتاج ہے اور پھر حظ نفس و تعجیب سے بھی خالی نہین۔ نثار و معاملہ نگار کو ایسے مضامین کی بہت حاجت ہے جو اغراض سے تعلق رکھین۔ غزل گویون کو مضمون نگاری کی مشق نہونے سے اچھی طرح نثر لکھنے کا سلیقہ نہین ہوتا کسی مطلب کو نثر مین دل نشین نہین کرسکتے بلکہ ابن خلدون نے تو یہ دعوے کیا کہ شاعر سے نثر نہین لکھی جاتی اور نثار سے شعر نہین کہا جاتا۔ میرے خیال مین اُس کی لم یہی ہے کہ ابن خلدون کے زمانہ مین عرب کی شاعری بھی اغراض و تصنع و تکلف سے خالی ہوگئی تھی اغراض پر شعر کہنا بہت کم ہوگیا تھا۔ اس فن کو اہل نثر نے اختیار کرلیا تھا۔ مسٹر پامر جو کیمبرج مین مدرسہ شاہی کے مدرس عربی تھے

بہاؤالدین وزیر مصری کے دیوان کی تقریظ مین لکھتے ہین۔ والظاہر ان اکثر اشعار المشرق ولاسیما اشعار الفرس لا تخلو عن الصنع فی الاستعارة والمبالغة فی المدح والذم والہجو جنسہ فی العبارة وہذا کلہ عند اہل اروپا غیر مرغوب فیہ بل یعدونہ من اقبح العیوب۔ وانک قلما تجد فی قصیدة من قصائد العرب والفرس بیتا یدل علی شوق صحیح لے عالم الحسن۔ یعنی یہ بات ظاہر ہے کہ اہل مشرق کے اکثر اشعار خصوصاً فارسی کے استعارہ کی کثرت اور مدح وذم کے اغراق اور عبارت کی بے عنوانی سے خالی نہین یہ سب باتین اہل یورپ کو نامرغوب بلکہ اُن کے حسابون نہایت معیوب ہین اور عربی فارسی کے کسی قصیدہ مین ایسا شعر کم ملیگا جس سے کسی منظر دلکش کی طرف شاعر کا دلی اشتیاق ظاہر ہوتا ہو۔ بلکہ شعر مین اغراق و تکلف کرنا اور اغراض ومطالب سے خالی رکھنا یہان تک پھیلا کہ اب عموماً ہم لوگون کا یہ مذاق ہو گیا ہے کہ جو شعر کہ اغراض ومطالب کے لیے کہے جاتے ہین اُن کو شعر نہین سمجھتے بلکہ جانتے ہین شاعر نے رام کہانی باندھی یا دکھڑا رو دیا شعرا کے برخلاف اہل نثر نے معاملہ نگاری مین غضب کا پھیکا پن اختیار کیا انھون نے تکلف مین اس قدر افراط کی کہ معانی کو رو بیٹھے انھون نے مقدر تقریظ کی کہ تمام محاسن کلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہمارے یہان کلام کی تقسیم اس طرح مشہور ہے کہ جس کلام مین وزن وقافیہ دونون ہو وہ نظم ہے جس مین دونون نہو وہ نثر عاری ہے اس نثر کی بڑی خوبی بیان کی بے ساختگی ہے لیکن اس مین بھی مجاز وکنایہ وتشبیہ واستعارہ وتحویل خبر بانشا وصنائع معنویہ ولفظیہ سے بہت کچھ حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً یہ فقرہ۔

(۱) مین نے اُسے بہت ڈھونڈھا مگر نہ ملا۔

(۲) مین نے کیسا کیسا ڈھونڈھا مگر وہ کب ملتا ہے۔

(۳) مین نے بہت خاک چھانی مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔

(۴) مین نے کیسی کیسی خاک چھانی مگر وہ کب ہاتھ آتا ہے۔

(۵) مین ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھکا مگر وہ تو عنقا تھا۔

پہلے فقرہ مین خبر ہے اور سب لفظون سے حقیقت معنی مقصود ہے۔ دوسرے فقرہ مین اسی خبر کو انشا کی صورت مین ظاہر کیا ہے تیسرے فقرے مین خبر ہے مگر الفاظ مین مجاز ہے۔ چوتھے فقرے مین انشا ومجاز دونون جمع ہین۔ پانچوین فقرے مین مجاز کی جگہ تشبیہ ہے اور ڈھونڈھنے مین مبالغہ ہے اور سب سے بڑھکر فقرون کا متشابہ ہونا لطف دیتا ہے مثلاً جملہ فعلیہ کا عطف فعلیہ پر اور اسمیہ کا اسمیہ پر اور جیسی ایک فقرہ مین فعل کی اور اُس کے متعلقات کی ترتیب ہو ویسی ہی دوسرے فقرہ مین ہو۔ جس کلام مین وزن نہو اور قافیہ ہو یعنے فقرہ دوسرے فقرہ کا سجع ہو اُس کا نام نثر مسجع رکھا ہے یہ نثر فقط زبان عربی کے ساتھ مخصوص ہے اُردو فارسی کی زبان اسکی متحمل نہین اس سبب سے کہ اردو فارسی مین جملہ فعل پر تمام ہوتا ہے اور فعل کا سجع بہت کم ہاتھ آتا ہے اسی وجہ سے عام آفت یہ پیدا ہوئی ہے کہ یہ تصنع و تکلف دو دو فقرہ ایک ہی معنی کے اکثر لوگ لکھا کرتے ہین اور اس تکرار مخل والطناب ممل سے سجع کا لطف بھی جاتا رہتا ہے مثلاً یہ مضمون۔

مین نے سب حال سُنا نہایت خوشی حاصل ہوئی۔

اسے سجع کرنے کے لیے خواہ مخواہ اس طرح لکھنا پڑتا ہے۔

مین نے سب حال سُنا۔ دامن شوق مین گلہاے مضامین کو چنا نہایت خوشی حاصل ہوئی فکر و تشویش زائل ہوئی۔

پھر یہ بھی دیکھیے کہ فعل کا سجع مل بھی گیا تو اُسمین وہ لطف کہان جو اسم کے سجع مین ہوتا ہے اور وجدان صحیح اس بات کا شاہد ہے کہ افعال روابط مین سجع کا وہ لطف نہین جو اسم مین ہے غرض کہ اردو فارسی مین عربی کی طرح نثر مسجع لکھنا غیر کا منہ چڑھا کر اپنی صورت بگاڑنا ہے ہان اردو فارسی مین سجع اگر اچھا معلوم ہوتا ہے تو متعلقات جملہ مین جیسے۔

فضل خدا سے اور آپکی دعا سے خیریت ہے۔

ہا کہیں ایسا ہی بے تکلف محاورہ میں پورا اتر جائے تو خیر جملہ کا سجع جملہ ہی سہی لیکن تمام عبارت میں اسکی پابندی تو عربی میں بھی مشکل سے نبھتی ہے ابن عرب شاہ کی تاریخ تیموری اور فاکہۃ الخلفا دونوں کتابیں آخر ذل قافیہ ہو کے رہ گئیں جسمین کلام میں قافیہ ہو اور وزن ہو اسکا نام نثر مرجز مشہور ہے۔ گو اہل فن نے اسکا ذکر کیا ہے اور نام بھی رکھ لیا ہے مگر کسی نے اسپر قلم نہیں اٹھایا ہے بے تکی نثر سمجھا گیے سجع ہے کہ میرا بھی خیال یہی ہے کہ جب وزن کے ساتھ قافیہ نہو تو وہ ایسی ہوئی جسمین شر نہ ادو دیگر محقق نے معیار میں ذکر کیا ہے کہ کسی یونانی شاعر نے یوبہ نامہ ایک کتاب لکھی ہے جسمین وزن ہے اور قافیہ نہیں ہے اور انگریزی میں بھی اسطرح کی تالیف کا رواج بہت ہے اور بیشک اسکی برجستگی و بے ساختگی کلام مقفے سے کہیں بڑھی ہوئی ہے اس قسم کے کلام کو وہ لوگ نظم کے اقسام میں داخل کرتے ہیں اور بات یہی ٹھیک ہے کہ موزون کلام کو نظم کہنا چاہیے نہ کہ نثر۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ — کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

دکھا اس مصرع میں یا بیان کے واسطے ہے یعنی کہتا ہوں سچ یہ بات کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے۔ یا توجیہ و تعلیل کے واسطے ہے یعنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں اس جھوٹ کی مجھے عادت نہیں یعنے سچ بولنے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ جھوٹ کی عادت نہیں اور دونوں معنے میں سے یہی معنی مصنف کو غالبا مطلوب ہیں۔ گو حاصل دونوں صورتوں کا ایک ہی ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں بالتزام مطلب حاصل ہوتا ہے اور وہ پھیر کا راستہ ہے یعنے جو بات کہ سچ میں کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے اور جب یہ بات سچ ہوئی تو اس سے یہ بھی لازم آیا کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں جھوٹ نہیں ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ جھوٹ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم آیا کہ سچ ہے اور دوسری صورت میں بالمطابقہ مطلب حاصل ہو جاتا اور سیدھی راہ ہے یعنے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں پھر اسکی وجہ بیان کی کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے جس سہرے کے سبب سے ذوق مرحوم کو اور بہادر شاہ مغفور کو مصنف سے ملال ہوا تھا اور رفع ملال کے لیے مصنف نے یہ قطعہ کہا تھا میں نے اس سہرے کو بھی اس قطعہ کے بعد دیوان میں مندرج کرنا مناسب سمجھا تاکہ مصنف کا تمام اسکا کلام ایک جگہ اکٹھا ہو جائے۔

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا — باندھ شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا

مصنف نے پہلے مصرع میں جو محاورہ باندھا ہے یہی سر سہرا ذوق نے بھی اپنے مطلع میں باندھا ہے۔ ہے۔ سہ

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا — آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

مصنف سے یہ محاورہ پورا نہ بندھا اور ذوق سے پورا اترا۔ محاورہ یہ ہے کہ ترے سر شاعری کا سہرا ہے تیرے سر فضیلت کا سہرا ہے۔ تیرے سر سعادت کا سہرا ہے خالی سہرا کوئی نہیں کہتا جسطرح مصنف نے بخت کے سر سہرا کہا ہے جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سچ مچ کا سہرا مراد ہے اور ذوق نے پہلے مصرع میں اصلی سہرا مراد لیا ہے اور دوسرے مصرع میں سعادت کا سہرا شہزادہ کے سر باندھا ہے غرض کہ سر سہرا ہونا جو محاورہ ہے وہ خالی نہیں کہا جاتا بلکہ آج کا لفظ بھی محاورہ میں داخل ہے اور محاورہ میں تصرف کرنا کسی طرح نہیں درست اس میں اچھے اچھے لوگ دھوکا کھاتے ہیں مثلا خون ہو جانے سے قتل کا واقع ہونا نام ہو جانے سے مشہور ہو جانا دل آجانے سے عاشق ہو جانا جو مراد لیتے تو یہ معنے محض اصطلاح و محاورہ اردو کے باعث سے سمجھے جاتے ہیں یوں کہنا کہ خون تمنا ہو گیا یا نام قاتل ہو گیا یا دل بیتاب آگیا یعنی ترکیب فارسی کا استعمال کر کے محاورہ میں تصرف کرنا درست نہوگا اس لیے کہ فارسی میں خون شدن سے قتل اور دل آمدن سے عشق اور نام شدن سے شہرت نہیں سمجھ میں آتی کہ یہ انکا محاورہ نہیں اسی طرح مثلا اردو کا محاورہ ہے تمھارا طوطی بولتا ہے۔ سب تمھارا دم بھرتے ہیں برق نے اسکو یون نظم کیا ہے۔ ع کیا بولتا ہے طوطی شیرین مقال یار۔ اور مومن نے یون باندھا ہے۔ ع۔ کون کہتا ہے دم عشق عدو بھرتے ہیں۔ اسی طرح قبا شدن لباس فارسی کا محاورہ ہے کپڑون کا دھجیاں ہو جانا مراد ہے۔ عشق نے اسکو اسطرح باندھا۔ بالکل قبا لباس عروس چمن ہوا۔ محاورہ میں یہ سب تصرفات نادرست ہیں اس سبب سے کہ مطلب خبط ہو جاتا ہے۔

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے — ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق مرحوم نے اس شعر کی چوٹ پر کوئی شعر کہے ہیں مکھڑے

کو انھون نے بھی باندھا ہے ؎

وہ کہے صل علیٰ یہ کہے سبحان اللہ ۔ دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

سہرے کا بھلا لگنا انھون نے اسطرح کہا ہے ؎

سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی ۔ کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو منھ پہ سہرا

پھر اس پر بھی ترقی کی ؎

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش ۔ سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اسمین شک نہین کہ غالب نے بے مثل شعر کہا تھا مگر ذوق نے جواب دیا اور خوب جواب دیا شعر کا جواب تو ہو گیا لیکن زیور کا قافیہ غالب ہی کے حصہ مین آ گیا۔ ذوق نے اوستادی کی کہ اس قافیہ پر ہاتھ نہین ڈالا۔ ذوق نے کنگنا اسطرح باندھا ہے کہ فاعلن کے وزن پر ہو گیا اور محاورہ یون ہے کہ نون و گاف مخلوط ہو کر ایک حرف ہو جاتا ہے اور فعلن کے وزن پر بولتے ہین اسی طرح اردو مین اکثر الفاظ ہین جنکے نظم کرنے مین شاعر کو تشویش پیدا ہوتی ہے کنگنے سے بڑھکر رنگنے مین بکھیڑا ہے کہ یہ ایک ہندی مصدر فارسی لفظ سے بنا لیا ہے فیصلہ یہ ہے کہ رنگنے مین اور اس کے مشتقات مین جہان جہان گاف ساکن ہو وہان دونون طرح بولنا اور نظم کرنا درست ہے۔ ناسخ مرحوم کہتے ہین ؎

میرے تن زار سے ہو زنار ۔ رنگ لے جو وہ طفل برہمن زرد

اور جہان گاف متحرک ہو جائے وہان ایک ہی صورت بس درست ہے آتش مرحوم کے اس مصرع مین ع ۔ رنگریزین کے فکر نے رنگے ہزار رنگ ۔ رنگنے کا لفظ بسبب اظہار نون کے خلاف محاورہ سمجھا جاتا ہے یہان نون کا مخلوط رکھنا واجب ہے اور دوسرا اعتراض ناسخ والون کا اس مصرع پر یہ بھی ہے کہ رنگریز فارسی لفظ ہے اسمین نون کو محاورہ عوام کی بنا پر مخلوط کر دینا خلاف ہے اسیطرح آتش کے اس مصرع پر بھی ع ۔ تو مجھسے مست ہاتھی کی طرح جنگلی ہرن ۔ گو یہ مشہور اعتراض ہے کہ جنگلی فارسی لفظ ہے اسمین بھی نون و گاف کا مخلوط کر دینا درست نہین لفظ رنگریز مین محاورہ یہی ہے کہ نون و گاف دونون مخلوط ہین اور خلط نہ کرنا خلاف ہے جیسا آگے کسی کا یہ مصرع مشہور ہے ع ۔ طاس انگریزین ارہنے سے مناسب ہے اسمین انگریز تبخیر کے وزن

پر ہے اور محاورہ کے بموجب اسکا استعمال زرخیز کے وزن پر چاہیے اسیطرح ننگا اور انگیا مین بھی غلط ضرور ہے اور نون کا ظاہر کرنا خلاف محاورہ ہے اس سبب سے کہ یہ ہندی الفاظ ہین لیکن بہت سے اور ہندی لفظ ہین ۔ امنگ، لنگ، پتنگ، ڈھنگ وغیرہ کہ اسمین نون و گاف دونون لہجہ مین ہین ۔ ان الفاظ کو اسطرح نظم کرین کہ نون و گاف ایک حرف ہو جائے تو غلط ہوگا ۔ غرض ہندی لفظون مین محاورہ و لہجہ پر مدار ہے اور کنگنا محاورہ مین فعلن کے وزن پر ہے نہ فاعلن کے وزن پر ۔ میر وزیر علی صبا نے صید یہ مثنوی مین یہ مصرع کہا تھا ع ۔ پھر آیا بہادر جنگ اسکو خطاب ۔ اسپر ناموزون ہونے کا اعتراض انکے معاصرین نے کیا تھا کہ موزون کر کے پڑھو تو وزن کا کچھ پتہ نہین ملتا اور صبا سے کچھ جواب نہین بن پڑا ۔ مگر انصاف کرنا چاہیے کہ بہادر جنگ نام ہے اور اسکا ذکر شعر مین اہم اور ضروری ہے اور جس وزن مین مثنوی ہے اس وزن مین بہادر جنگ کا لفظ بے نون کے گرائے ہوئے کسی طرح سے آ ہی نہین سکتا یہ وزن ہی اسکا متحمل نہین ہے تو ایسے وقت مین شاعر کیا کریگا سوا اسکے کہ تصرف کرے جسطرح فردوسی نے شاہنامہ مین سپید دیو کے بدلے سپیدیو کہا ہے اور ایک دال کو گرا دیا ۔ یہ سچ ہے کہ ضرورت شعر کے لیے جو جو تصرف عرب کر جاتے ہین فارسی اور اردو والون نے وہ سب تصرفات غیر مقبول و ناجائز قرار دیے ہین لیکن یہان تو ضرورت شعری ہی نہین ہوئی ایک مجبوری ہے معترضین سے ہم کہتے ہین کہ بہادر جنگ کو وہی موزون کر کے دکھا دین سوا اسکے کوئی جواب انکے پاس نہین ہے کہ ع ۔ لا دو بہادرے تم لفظ جنگ ۔ بھلا اسطرح نام کو توڑ پھوڑ ڈالنا اور علم کی ترکیب مین تصرف کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے پھر اس سے ہزار درجہ بہتر یہ ہے کہ ایک ذرا سے نون کو گرا دین جیسا صبا نے کیا ہے اسی طرح علم مین سے ع ۔ ہ ۔ ح کا گرانا بھی بہتر ہوگا بہ نسبت تصرف کرنے کے جیسے آقا طوبائے شوستری نے یہ مصرع کہا ہے ع ۔ در زمان حضرت محبوب علی شاہ دکن ۔

تو پرے ہے فلک تجھے پھبتا ہے پرا ہی طرف کلاہ ۔ مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

لمبر ہی کہنا ٹھیک ہے اور نمبر غلط ۔ لیکن یہ لفظ بہت ہی مکروہ ہے شاعر کی زبان پر ہونا چاہیے ۔ ابن رشیق لکھتے ہین ۔ شعرا کی زبان مخصوص اور الفاظ مانوس ہوا کرتے ہین اس احاطہ سے باہر قدم نہین رکھتے ذوق کی بھی سہرے کا ایک شعر اس احاطہ سے باہر

ہو گیا ہے ؎

تا بنے اور بنی مین رہے اخلاص بہم گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا

دولھا دولھن کو بنا بنی کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا گو مرثیہ گو ابھی تک ان لفظون کو نظم کیے جاتے ہین لیکن بعض محل پر انھیں ماننا پڑیگا کہ بے لطف مین مثلاً یہ مصرع بہنیں کہان ہین ڈالنے آنچل بنے پہ آئین فصحٰی کی زبانی ہو تو اچھا ہے اور خود شاعر کی زبانی بے لطف ہے اسمین شک نہیں کہ میر انیس کی زبان موج کوثر ہے مگر چند لفظ قدیم عادت کے بموجب وہ بھی باندھ گئے ہین جواب ترک ہوتے جاتے ہین۔ بہنا ہین جایا۔ فرزند۔ بالی عمر سن۔ جاگہہ۔ جگہہ۔ جون۔ جیسے۔ موا۔ مرگیا۔ بنا۔ بنی۔ ناسخ کہتے ہین۔ جمع ہوگئے تیہر دن سے صحرا کے بھی دامان خالی۔ آتش کہتے ہین ؎

ابروئے یار کا ہی سر مین جنھون کے سودا رقص وہ لوگ کیا کرتے ہین تلوارون پر

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی ورنہ کیون لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

ذوق کہتے ہین۔

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک کشتی زرمین مہ نو کی لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کیے ہونگے موتی تب بنا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا

موتیونکا سہرا گوندھتے ہین بناتے نہیں مصرع یون بھی ہو سکتا تھا مصرع تب گندھا ہوگا اس انداز کا گز بھر سہرا اگر بنا ضلع کا لفظ ہے مبارکباد دینے مین بولنا بے محل بھی نہیں ہے ذوق نے یون کہا ہے ؎

اک گہر بھی نہیں صدکان گہر مین چھوڑا تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

رخ یہ دولھا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا ہے رگ ابر گہربار سراسر سہرا

(یہ) سہو کاتب ہے دسے یہان چاہیئے۔ بے مزہ تشبیہ ہے پسینہ سے ابر گہربار ہوجانا سہرے کا پسینہ کی افراط پر دلالت کرتا ہے جسمین اغراق و مبالغہ نامقبول ہے۔ گرمی سے اس شعر مین گرمی حسن مراد ہے۔ اگرچہ یہ شعر قابل التفات نہ تھا مگر ذوق نے دو شعر اسکے جواب مین بھی کہے ہین۔ ؎

روئے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

دوسرا شعر گرمی حسن کے بیان مین کہا۔

تابش حسن سے مانند شعاع خورشید رخ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا

یہ بھی ایک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق کی غزل مین نہیں نکلتا ہان وہی شعر جو گذرا ؎

ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

یہان بھی پیش کر سکتے ہین کہ اسکے مثل کا کوئی شعر غالب کی غزل مین نہیں دکھائی دیتا

جی مین اترا ئین نہ موتی کہ ہمین ہین اک چیز چاہیئے پھولون کا بھی ایک مقرر سہرا

اس شعر کا جواب ذوق نے یہ دیا ہے۔

پھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی باد بہار اللہ اللہ رے پھولونکا معطر سہرا

پھولون کا لفظ یہی کہتا تھا کہ مقرر سے معطر کا قافیہ بہتر ہے۔

جبکہ اپنے مین سماوے نہ خوشی کے مارے گوندھے پھولون کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

اس شعر کو اوپر کے شعر سے قطعہ کا سا ربط معلوم ہوتا ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی دونون شعر تمام ہین (کیونکر) کا قافیہ ذوق نے اسطرح باندھا ہے ؎

دھوم ہے گلشن آفاق مین اس سہرے کی گائین مرغان نواسنج نہ کیونکر سہرا

یعنی انھون نے گلچین و گل فروش کا پھولون نہ سمانا ذکر کیا انھون نے بلبل و قمری کا خوش ہونا نظم کیا۔ اپنے مین سمانا فصحا کا محاورہ نہیں ہے آپ مین سمانا اس سے زیادہ فصیح ہے۔

رخ روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک کیون نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

اس شعر مین روشن کی جگہ تابان ہوتا تو جسطرح چمک اور دمک مین سجع ہے تابان و غلطان مین بھی سجع پیدا ہوتا۔ یہ شعر بھی سہرے مین گوہر شاہوار کی طرح چمک رہا ہے ذوق کے دو شعر سے اسکا جواب نکلتا ہے ایک تو مہ و اختر والا شعر جو گذرا دوسرا مہ خورشید والا شعر

رونمائی مین تجھے دی مہ و خورشید فلک کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

مصر کے شعر سے ان کے دونون شعر کم نہیں ہے دوسرے شعر مین ترقی یہ کی ہے کہ فروغ مہ و اختر کیا چیز ہے جس سے تشبیہ دیجئے درہم ماہ و دینار آفتاب تو فقط رونمائی اور نچھاور ہے

تار ریشم کا نہیں ہے یہ رگ ابر بہار لائیگا تاب گرانباری گوہر سہرا

یعنی ریشم کا تار ہوتا تو بھلا اتنے بڑے بڑے موتیون کو سنبھال سکتا یہ رگ ابر ہے جو اس آب و تاب کے دریا کو سنبھالے ہے تار کا مضمون ذوق نے اس طرح کہا ہے ؎

کثرت تار نظر سے ہے تماشائیون کے
دم نظارہ ترے روے نکو پہ سہرا

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین
دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

جواب اس کا ذوق نے دو شعرون مین دیا ہے ؎

در خوش آب مضامین سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا

جسکو دعوی ہو سخن کا یہ سنا دے اسکو
دیکھ اسطرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

بنا سہرے کا انھون نے بھی باندھا لیکن گوندھنا فصیح ہے۔

نصرة الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے
تجھسے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

مطلب یہ ہے کہ احسان و انعام کے سبب سے یہ ارادت نہین ہو سکتی یہ روحانی محبت ہے قلبی ارادت ہے جو بلا سبب ہوا کرتی ہے۔ یہان استفہام و استعجاب مین نہایت بلاغت ہے جس سے ایسے معانی جلیل پیدا ہوئے۔

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
رونق بزم مہ و مہر تری ذات سے ہے

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

مجھے میری اوقات سے نفرت ہے محاورہ اردو کی رو سے محض غلط ہے نہ لکھنؤ کی یہ زبان ہے نہ دلی کی اکبر آباد کی ہو تو ہو۔ اصل مین محاورہ یہ ہے کہ مجھے اپنی اوقات سے نفرت ہے رہ رہ کے یہی تعجب ہوتا ہے کہ غالب کی زبان سے یہ لفظ کیونکر نکلا۔ جن لوگون کی اردو درست نہین ہے انکو اس طرح بولتے سنا ہے مین نے میرا قلم پایا۔ تم نے تمھارا قلم پایا اپنے کے استعمال مین بس وہی لوگ دھوکا کھاتے ہین اہل زبان کبھی بہک کے بھی اپنے کی جگہ میرا تیرا نہ کہین گے۔ ضابطہ کلیہ یہ ہے کہ جو فاعل یا مشبہ فاعل ہو اسکی ضمیر مضاف الیہ ہو کر متعلق نہین ہو سکتی ایسے موقعون پر اپنے کو استعمال کرتے ہین۔ مثلاً زید اسکی زندگی سے بیزار ہے مجھے میری زندگی سے نفرت ہے ان دونون صورتون مین یون کہنا چاہیے کہ زید اپنی زندگی سے بیزار ہے مجھے اپنی زندگی سے نفرت ہے۔

خستگی کا ہو بھلا جس کے سبب سے سر دست
نسبت اک گونہ مرے دلکو ترے ہات سے ہے

یعنی تو آفتاب کی طرح رونق افزاے عالم مین ذرہ سے بھی کم ہے مجھے تیرے ساتھ کیا نسبت ہان خستہ دلون پر نوازش کرنا تیرے دست عطا کا شیوہ ہے اس سبب سے میرے دلکو تیرے ہاتھ سے گونہ نسبت پیدا ہو گئی ہے یا شاید مطلب مصرع کا یہ ہے کہ جس طرح تیرے ہاتھ سے دشمنونکا خون بہا کرتا ہے اور دوستون کو لعل و یاقوت ملا کرتے ہین یہی رنگ میرے دل کا بھی ہے جس کا زخم لعل و یاقوت کی طرح خوننابہ فشانی کیا کرتا ہے اور خستگی اصل مین زخمی ہونے کے معنی پر ہے اردو مین جن معنے پر بولتے ہین وہ مجاز ہے گویا اپنے زخم دل کو عزیز سمجھتے ہین فقط اس سبب سے کہ ممدوح کے ہاتھ کی اک گونہ مشابہت اس مین پائی جاتی ہے جیسے آتش مرحوم کہتے ہین ؎

آسمان شوق سے تلوارونکا مینھ برسادے
ماہ نو نے کیا ابرو کا ترے خم پیدا

مگر کوئی صاف معنی مصرع کی عبارت سے ہرگز نہین نکلتے۔ مسٹر کیمبل نے کتاب فلسفۂ بلاغت مین ایک حکایت لکھی ہے کہ لوپز اندلس کا ایک نامی شاعر تھا اسکی مثنوی کے چند شعر ایک تازہ وارد مرد عالم نے اسے دکھلائے اور کہا کہ مین نے بہت دفعہ یہ شعر پڑھے مگر کبھی میری سمجھ مین نہین آئے آخر تمنے کیا معنے رکھے ہین لوپز نے وہ اشعار اپنے ہاتھ مین لیکر کئی دفعہ پڑھے اور آخر بے معنے ہونے کا اقرار کیا اسوقت تک اسے یہ معلوم نہ تھا کہ مین بے معنے بھی کہہ جاتا ہون۔ یہ کچھ شاعر پر منحصر نہین ہے ہر فن کے اچھے اچھے نکتہ سنج و معنی آفرین جو تکرار نظر نہین کرتے بے معنے کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہین کاتب و ادیب کے لئے اسلم طریقہ وہی ہے جو زہیر بن ابی سلمی نے اپنے اولیات مین اختیار کیا تھا جس کا ذکر گزر چکا۔

ہات مین تیری رہی توسن دولت کی عنان
یہ دعا شام و سحر قاضی حاجات سے ہے

پہلے شعر مین ہاتھ کا لفظ ضرورت قافیہ سے بغیر (ہ) کے لکھنا پڑا اسی سبب سے
یہان بھی (ہ) کو ترک کیا

تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا — گو شرف خضر کی بھی مجھکو ملاقات سے ہے
خضر سے شاہزادہ حضرت سلطان پسر بہادر شاہ مغفور مراد ہین۔

اس پہ گذرے نہ گمان ریو وریا کا زنہار — غالب خاک نشین اہل خرابات سے ہے
یعنی اہل صلاح و تقوی پر اگر سالوسی و ریاکاری کا گمان گذرے تو جا ہے

ہے چہارشنبہ آخر ماہ صفر چلو — رکھدین چمن مین بھر کے مے مشکبو کی ناند
تشبیب اس قطعہ مین فقط مدح کی تمہید ہے ورنہ آخری چہارشنبہ کوئی خوشی کا
دن نہین ہے۔

جو آئے جام بھر کے پیئے اور ہو کے مست — سبزہ کو روندتا پھرے پھولون کو جائے پھاند
جو فعل کہ دو دو فعلون سے مرکب ہین جیسے پھاند جانا۔ پھر آنا۔ کہہ بیٹھنا۔ بول اٹھنا
اتار لینا۔ چڑھا دینا وغیرہ اِن مین ترتیب و اتصال کا باقی رکھنا بہتر ہے
لیتا ہون اُتار اور دیتا ہون چڑھا کہنا مکروہ ہے لیکن یہان اس تنگ
زمین مین قافیہ پیدا کرنے کے لیے مصنف نے گوارا کر لیا شاعر کے سوا اور ایسا
تصرف نہین درست ہے۔

غالب یہ کیا بیان ہے بجز مدح پادشاہ — بھاتی نہین ہے اب مجھے کوئی نوشتِ خواند
نہ بھانے کی وجہ یہ ہے کہ قافیہ تنگ ہے کل چھ قافیہ ہین اُس مین سے پانچ
کہہ لیئے چھٹا قافیہ (ہراند) قابل ترک تھا۔

ٹٹتے ہین سونے روپے کے چھلے حضور مین — ہے جنکے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند
جن کے مقام پر چیس بھی کہہ سکتے ہین اس لیے کہ چھلے غیر ذوی العقول ہین۔
یون سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوے — لاکھون ہی آفتاب ہین اور بیشمار چاند
چھلے کا لفظ ہم ایک جگہ اور بھی مصنف کے کلام مین گذرا ہے مطلب یہ ہے
کہ اگر چاندی سونے کے یہ چھلے بیچ سے خالی نہ ہوتے تو پھر چاند سورج تھے۔

اے شاہ جہانگیر جہان بخش جہاندار — ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت

دوسرے مصرع مین (ہے) سے (ہو) بہتر تھا دعائیہ مصرعہ ہو جاتا اور خبر سے
انشائیہ بہتر ہے۔ غالباً سہو کاتب ہے۔

عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو — تو وا کرے اُس عقدہ کو سو بھی باشارت
سواب محاورہ سے چھوٹتا جاتا ہے اب سو کو وہ بولتے ہین۔ میر کا شعر ہے سہ
دیا دو گز کفن گردون کے وہ بھی — ڈھکا دو دان جس سے تن کسی کا
ممکن ہے کرے خضر سکندر سے ترا ذکر — گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوان سے طہارت
یعنی نہین ممکن ہے۔

آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا — ہے فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
دوسرے مصرع مین (جو) کے دو پہلو ہین یعنے جو سلیمان تیری وزارت
کرے تو اُسکے لیئے فخر ہے یا جو تیری وزارت کرے وہ فخر
سلیمان ہے۔

ہے نقش مریدی ترا فرمان الٰہی — ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت
یعنے تیرے ساتھ ارادت رکھنے مین امتثال فرمان الٰہی ہے اور جسے تیرا
داغ غلامی میسّر ہو گیا اُسے سند امارت مل گئی

تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان — تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈھے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی — باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت
اِس قسم کا مبالغہ قصیدہ مین ممدوح کو بھی پسند نہین آتا۔

ہر چند مجھے نکتہ سرائی مین توغل — ہے گرچہ مجھے سحر طرازی مین مہارت
کیونکر نہ کرون مدح کو مین ختم دعا پر — قاصر ہے ستائش مین تری میری عبارت
بادشاہ سے کسی بات کی شکایت تھی قصد کیا تھا کہ مدح کر کے شکایت
کے اشعار لکھین مگر قصور عبارت یعنے تنگی قافیہ سے مجبور ہو کر دعا پر
ختم کر دیا۔

نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہین — نظارگی صنعت حق اہل بصارت

تجھکو شرف مہر جہان تاب مبارک   غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

نظارگی بمعنی تماشائی اور تجھکو شرف آفتاب مبارک دو معنے پر ہے ایک تو یہ کہ آفتاب کا سا شرف و مرتبہ تجھے مبارک ہو دوسرے یہ کہ تحویل آفتاب حمل مین جس کو شرف آفتاب کہتے ہین تیرے حق مین مبارک ہو لیکن نوروز کے وقت آفتاب شروع حمل مین ہوتا ہے اور شرف کا مقام حسب رائے منجم انیسوین درجہ ہے۔

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو   اُس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے

جس پاس روزہ کھول کے کھانیکو کچھ نہو   روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

(جس پاس) مین سے (کے) کا حذف محاورہ سے اب چھوٹتا جاتا ہے شعر مین بتکلف باندھ جاتے ہین، مومن کہتے ہین ع گھبرا کے عمر دیا اس گیا خود خدا دار کھانے کا لفظ جس طرح دو معنے کے لیے اس قطعہ مین ہے اسی طرح ناچار کا لفظ بھی مفلس و بے نوا کے معنے پر بھی یہان ہے اور مجبور ہو کر روزہ توڑنے کے معنے بھی مقصود ہین۔

ای شہنشاہ آسمان اورنگ   ای جہاندار آفتاب آثار

لفظ آفتاب آثار مین صنعت استہلال ہے آگے جاڑے کی تکلیف اور سردی کھانے کا شکوہ ہے۔

تھا مین اک بے نوای گوشہ نشین   تھا مین اک دردمند سینہ فگار

تم نے مجھکو جو آبرو بخشی   ہوئی میری وہ گرمی بازار

کہ ہوا مجھ سا ذرۂ ناچیز   روشناس ثوابت و سیار

روشناس کی ترکیب معنی اسم مفعول کے لیے ہے جس طرح خداشناس اسم فاعل کے لیے ہے یعنی ثوابت و سیار مجھے پہچاننے لگے اُنکی آنکھ مجھ پر پڑنے لگی۔

گرچہ از روئے ننگ بے ہنری   ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار

کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی   جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار

شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون   بادشہ کا غلام کار گزار

پہلے لوگ کو کے مقام پر تئین زیادہ خرچ کیا کرتے تھے زید کے تئین مارا میرے تئین پکارا پھر تئین سے کراہیت پیدا ہو گئی۔ اس سبب سے کہ زید کو مارا مجھکو پکارا بھی وہی بات ہے اور محاورہ بھی ہے مگر اپنے تئین اور اپنے اوپر آج تک زبان زد عین محاورہ رہا اس سبب سے کہ اپنے کو اور اپنے پر صحیح ارادہ کا محاورہ نہین ہے اہل زبان نے اسے قبول نہ کیا اور اپنے کے ساتھ تئین بولے جاتے ہین مگر شعرا اس قیاس پر عمل کر کے کہ تئین اور کو ایک ہی معنی پر ہین (اپنے کو) باندھ جاتے ہین مصنف نے بھی یہی قیاس کیا ہے ورنہ عام محاورہ اپنے تئین ہے اور محاورہ مین قیاس کو دخل دینا بیجا ہے کہتے ہین اپنے تئین آپ خراب کیا اور یہی صحیح ہے اپنے کو آپ خراب کیا یا آپ کو آپ خراب کیا یا اپنے آپ کو خراب کیا یہ سب صورتین خلاف محاورہ ہین۔

خانہ زاد اور مرید اور مداح   تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار

بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر   نسبتین ہو گئین مشخص چار

لفظ عریضہ مولدین کی گڑھت ہے عربی صحیح مین ان معنی پر نہین آیا۔

نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون   مدعائے ضروری الاظہار

ضروری الاظہار بھی عجیب ترکیب ہے ایک تو مقتضائے ترکیب یہ تھا کہ یا پر تشدید ہو دوسرے لفظ ضروری ان معنی پر عربی مین ہی نہین ایسے الفاظ پر ہندی ہونے کا حکم ہے اور ترکیب عربی مین لانا منع ہے اور اہل ادب احتراز کرتے ہین۔

پیرو مرشد اگرچہ مجھکو نہین   ذوق آرائش سر و دستار

کچھ تو جاڑے مین چاہیئے آخر   تا نہ دے باد زمہریر آزار

زمہریر جاڑے کے معنے پر بھی آیا ہے۔

کیون نہ درکار ہون مجھے پوشش — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار

یعنے گو لاغر و ناتوان ہون لیکن جسم رکھتا ہون اور جسم مین جان ہے یہ لفظ پوشش بھی اُردو کے محاورہ مین داخل ہے لیکن شیشہ آلات و ظروف و صندوق و دمبر وغیرہ کے غلاف کو پوشش کہتے ہین انسان کے لباس کو پوشش اُردو کے محاورہ مین نہین کہتے۔ گو فارسی مین درست ہو یہان پوشاک کے لفظ سے مصنف مرحوم نے اس لیئے اعراض کیا کہ پوشاک مین امتیاز نکلتا تھا جو مقتضائے مقام کے خلاف ہے اور پوشش کا لفظ اختیار کیا جو انسان کے لیے ادنے درجہ کا لباس ہی اور یہی مقتضائے مقام و عین بلاغت ہے گویا یکنا یہ اس مطلب کو ادا کیا ہے کہ جسم نزار ایک ہڈیون کا ڈھانچا ہے اُسے پوشش درکار ہی نہ پوشاک۔

کچھ خریدا نہین ہی اب کے سال — کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار

مطلب ظاہر ہے اور بار لفظ مونث ہے مثلاً کہتے ہین اِس سال کپڑے بنانے کی بار نہ آئی۔

رات کو آگ اور دن کو دُھوپ — بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان — دُھوپ کھاوے کہان تلک جاندار
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی — وقنا ربنا عذاب النار

تینون شعرون مین آگ اور دھوپ کا لفظ ہی اور لطف سے ہے لیل و نہار کو مصنف نے جمع کر کے باندھا ہی مگر اکثر مفرد استعمال کرتے ہین مثلاً اگر یہی لیل و نہار رہا تو زندگی کیون کر ہوگی۔ لب و لہجہ اچھا ہی شعر و سخن سیکھا۔ بات کا سر پیر نہ ملا۔ منھ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لہو پانی ایک ہوا۔ دونون لفظ مونث ہون تو وہ بھی اسی طرح مفرد ہی بولے جاتے ہین جیسے خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ اس کی آنکھ ناک اچھی ہی نہایت عجیب یہ بات ہی کہ ایک لفظ مونث اور دوسرا مذکر اُسے بھی مفرد بولتے ہین اور اُسکے فعل کی تذکیر و تانیث محاورہ پر موقوف رہتی ہی مثلاً اُس عورت کا کولا کمر اچھا ہی۔ بول چال اچھی ہی۔ آسمان و زمین ایک کر دیا۔ زمین آسمان دوسرا ہو گیا۔ اکثر ایسے بندھے ہوے محاورہ ہین کہ جمع بول ہی نہین سکتے اور نجوا رکھ دین

غیر ذی عقل کے لیے اکثر مواقع مین جمع بولنا متروک ہے۔

میری تنخواہ جو مقرر ہے — اُسکے ملنے کا ہے عجب ہنجار
رسم ہے مُردہ کی چھماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو کہ ہون بقید حیات — اور چھماہی ہو سال مین دوبار

اس قطعہ کے وجوہ بلاغت بہت لطیف ہین چھ مہینہ تنخواہ ملنے کو چھماہی کہا اس سے بالالتزام یہ مطلب نکل آیا کہ ماہ بماہ تنخواہ نہ ملنا موت ہے اور پھر حیات کو قید کے ساتھ تعبیر کیا جس سے یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر یہ قید نہوتی تو سچ مچ مر گیا ہوتا۔

بسکہ لیتا ہون ہر مہینہ قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ مین تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار

سود کی تکرار سے سود در سود ہونا مقصود ہے اردو مین لفظ تکرار بحث کے معنی پر بھی بولتے ہین وہ معنے یہان نہین مراد ہین ورنہ تنخواہ کی تہائی سود مین یہ نہین لگ سکتی۔

آج مجھ سا نہین زمانہ مین — شاعر نغز گوے خوش گفتار
رزم کی داستان گر سنیے — ہے زبان میری تیغ جوہر دار
بزم کا التزام گر کیجے — ہے قلم میری ابر گوہر بار
ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد — قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

مصنف مرحوم کی زبان پر قلم بتانیث تھا اور اُن کے تلامذہ ابھی تک اسی طرح کو بتانیث بولتے ہین مگر اصل یہ ہے کہ لکھنؤ و دہلی مین بتذکیر سب بولتے ہین فخر شعراے دہلی نواب مرزا خان داغ کا کلام دیکھو تو تعجب یہ ہے کہ ایک جگہ خود مصنف بھی قلم کو بتذکیر باندھ چکے ہین ع لفظ خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے۔

آپ کا بندہ اور پھرون ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤن اُدھار

اُدھار کا لفظ اہل اعتبار کی زبان پر نہین ہے نوکر چاکر بولا کرتے ہین اسی لیے مصنف نے لفظ نوکر مصرع مین باندھا۔ غیر لفظ کے استعمال کا یہ بہت دقیق طریقہ ہے۔ ہان کسی پر اُدھار کھانا البتہ محاورہ ہے۔

نقد دل لیکے جان کو چھوڑا — خوب کھایا اُدھار کیا کہنا

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ   تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

جو لوگ فارسی پڑھے ہوے نہین ہین وہ کبھی اُردو مین (نا) نہ بولین گے بلکہ

یون کہین گے ع کہ نہ ہو مجھکو زندگی دشوار۔

ہر زبان مین یہ بات ہے کہ جسطرح ادنی درجہ کے لوگون کی زبان اچھی نہین ہوتی اسیطرح لکھے پڑھے ہوے لوگ بھی بعض الفاظ کا خلط کرتے ہین بعض محاورات کی تفصیح کرتے ہین۔ اور زبان کو خراب کر ڈالتے ہین بعض اشخاص محاورہ مین نحوی یا لغوی قیاس کو دخل دیکر خرابی کرتے ہین یاد ش بخیر میر ضامن علی صاحب جلال لکھنئو مین میرے اس مصرع پر اعتراض کرتے تھے ع اے پریان رگڑ مین تو صیقل ہو گئی زنجیر مین۔ کہتے تھے صیقل بتذکیر باندھنا چاہیے مین نے کہا میری زبان پر تو یہ لفظ بتانیث ہے اور ہیکل و کیفر و بیرق وغیرہ بھی مونث ہی ہین کہنے لگے نہین اب تمام اساتذہ فن نے یہی قرار دیا ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ صیقل لفظ مذکر ہے اُسی زمانہ مین میر وحید مرحوم مٹیا برج مین آئے ہوے تھے اُن کے سُننے کے لیے مجلس مین بھی گیا وہان مرزا بلو مرحوم میرے قریب بیٹھے ہوے تھے مین نے اُن سے لفظ صیقل کو پوچھا کہنے لگے مونث ہے مین نے کہا کوئی سند اسکی یاد ہو تو مجھے بتائیے اس باب مین میر ضامن علی صاحب جلال کچھ اور ہی کہتے ہین وہ سوچ کر کہنے لگے کسی اور کا تو شعر نہین یاد آیا لیکن مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا ہے جس مین صیقل کو مین نے بتانیث باندھا ہے اتنے مین مرثیہ شروع ہو گیا وحید نے تمہید مین چند بند مضمون مفاخرت کے پڑھے اُس مین یہ مصرع بھی تھا شمشیر فصاحت پہ ہے یہ پانچوین صیقل اور علما کی زبان تو سب سے زیادہ بگڑی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ علوم و فنون کے اصطلاحات اپنے محاورات مین داخل کرتے ہین اپنی زبان کی نحو و ترتیب۔ کلمات کو بھول جاتے ہین۔ لفظی ترجمہ کرتے کرتے غیر زبان کی نحو اپنی زبان مین جاری کرنے لگتے ہین۔

اہل ادب کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جس تقریر و تحریر مین اصطلاحات کا زیادہ خرچ ہو اس سے بڑھکر کوئی مکروہ زبان نہین ہو سکتی اور اہل فن کا

یہ حال ہے کہ اسقدر اصطلاحات وضع کیے ہین کہ انکی ایک نئی زبان ہو گئی اکثر کہ اصطلاحات یاد کرنے مین ادب سے محروم رہ جاتے ہین سیب کیجیے فعلن کے وزن پر جو ہے اس کے بہ نسبت کیجیے جو فاعلن کے وزن پہ ہے فصیح ہے بلکہ اکثر لوگ سیب کیجیے کو جو فاعلن کے وزن پر ہے نظم مین سے ترک کر چکے ہین۔

ختم کرتا ہون اب دعا پہ کلام   شاعری سے نہین مجھے سروکار
تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دعا دینے سے پہلے یہ کہنا کہ مین اب دعا دیتا ہون اکثر شعرا کی عادت ہو گئی ہے مگر مضمون بے مزہ ہے یا مدح غائب کرتے کرتے جب مدح حاضر کی طرف التفات کرتے ہین تو پہلے یہ خبر دیتے ہین کہ اب مدح حاضر ہم شروع کرتے ہین یہ بھی بے لطفی سے خالی نہین اس سبب سے کہ سلسلہ کلام منقطع ہو جاتا ہے اور غائب سے حاضر کی طرف التفات یا مدح سے دعا کی طرف رجوع ایسا امر نہین ہے کہ جب تک اس پر تنبیہ نکرین سمجھ مین نہ آسکے پھر کیا وجہ کہ سب نے اس طریقہ کو اختیار کر لیا ایک آدھ قصیدہ مین اگر کسی لطیف و بدیع پیرایہ مین یہ مضمون ہو تو مضائقہ نہین لیکن ہر شاعر اپنے ہر قصیدہ مین اسی طرح کا التزام رکھے یہ جدت پسند طبائع کو اچھا نہین معلوم ہوتا۔

سپہ گلیم ہون لازم ہے میرا نام نہ لے   جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے   کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

یعنے جو شریک غالب (بکسرہ اضافی) ہوتا ہے وہ شریک غالب (بکسرہ توصیفی) ہو جاتا ہے۔ فتح و ظفر سے غلبہ مراد ہے اور غلبہ بہ تحریک لام ہے جسطرح کلمہ درجہ معنے اسے بسکون باندھا ہے کوئی استشہاد انکے خیال مین نہین آیا مگر یا بعتبار محاورہ اردو تصرف ہے یہ شعر خود سند ہے اس بات کی کہ غلبہ کو بسکون لام باندھنا چاہیے اور سیہ گلیم

بچنے سے سخت ہے

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آ پڑی — مجھ پہ کیا گذرے گی اتنے روز حاضر بن ہوئے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد — تین مسہل تین تبریدیں یہ سب کے دن ہوئے

تبریدون سے وہ دوا مراد ہے جو دو مسہلون کے درمیان مین پی جاتی ہے مسہل سے دو تین دن پہلے منضج پینے کے دن ہین اور تین مسہلون کے درمیان مین اور تین دن تک بعد تبرید پیتے ہین غرض بارہ دن کی رخصت مانگی ہے۔

خجستہ انجمن طوے مرزا جعفر — کہ جسکے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ
ہوئی ہے ایسی ہی فرخندہ سال مین غالب — نہ کیون ہو مادۂ سال عیسوی محظوظ

طوے کے معنے بیاہ۔ محظوظ = ۱۸۵۴ گو کہ تاریخ کہنا میری راے مین شاعر کا کام نہین ہے۔ مگر اتنا کہنا ضرور ہے کہ اچھا لفظ انھون نے نہین نکالا۔ مثلاً لفظ طوے یا اسکے مرادفات مین عدد نکل آتے تو لطف تھا۔

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی — ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے — تو بولا۔ انشراح جشن جمشید

لفظ محظوظ مین عیسوی تاریخ نکالی اور انشراح جشن جمشید مین ہجری جسکے عدد بارہ سو ستر (۱۲۷۰) ہوتے ہین۔

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ دھرتے نہین کرتے ہو سلام — اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

جب کسی امر سے اپنے ناواقف ہونیکا اظہار کرتے ہین تو کان پہ ہاتھ رکھتے ہین اور بادشاہون کے سامنے غیر شخص کو سلام کرنا ہو تو ماتھے پہ ہاتھ نہین رکھتے بلکہ رخسار اور کان کی طرف ہاتھ لیجاتے ہین انھین دونون باتون سے یہ مضمون لطیف مصنف نے پیدا کیا اور جدت کی۔

(رباعیات)

بعد از اتمام بزم عید اطفال — ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آپہونچے ہین تا سواد اقلیم عدم — اے عمر گذشتہ یک قدم استقبال

عمر گذشتہ کے پلٹ آنے کی آرزو مین یہ رباعی کہی ہے یعنے اے عمر گذشتہ جہان تو ہے اسی اقلیم کے سواد تک ہم بھی آپہونچے بدلا ایک قدم ہمین لینے کو تو بھی آ وہی چار دن کے لیے شباب کے پلٹ آنے کی حسرت کرتے ہین۔

شب زلف و رخ عرق فشان کا غم تھا — کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تھا
رویا مین ہزار آنکھ سے صبح تلک — ہر قطرۂ اشک دیدۂ پر نم تھا

یعنی زلف و رخ کے تصور مین جو بدیا تو زلف کی سیاہی اور رخ کی سفیدی سے ہر قطرۂ اشک مین آنکھ کی سی سفیدی و سیاہی پیدا ہو گئی تو گویا ہزار آنکھ سے مین رویا کیا۔

آتش بازی ہے جیسے شغل اطفال — ہے سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجد عشق بھی قیامت کوئی — لڑکون کے لیے گیا ہے کیا کھیل نکال

لڑکون سے معشوق مراد ہین جو عاشقون کے جگر کو جلا کر آتشبازی کا تماشا دیکھتے ہین۔ سہ آہ شرر بار مری انکو تماشا۔ خوش ہین کہ نکلتے ہین شرارے مرے دل سے

دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی — بیتابی رشک و حسرت دید سہی
ہم اور فسردن اے تجلی افسوس — تکرار روا نہین تو تجدید سہی

یعنے پہلے ہم دل رکھتے تھے جو زندگانی پر درد کو جھیل گیے بیتابی رشک کی برداشت کی اور حسرت دید سہی افسوس اب ہم ہین اور افسردگی و بیدلی اے تجلی طور اگر تکرار تیری محال ہو تو تجدید ہی سہی کہ میرے دل افسردہ کو پھر اسی سوز و گداز کی ہوس ہے اور تکرار ہر شے کی محال ہے کہ معدوم کا اعادہ نہین ہو سکتا لیکن از سر نو پیدا ہونا اس سوز و گداز کا ممکن ہے۔ جان درد تمہید بہت کثرت ترکیب ہے یعنے وہ جان جو درد کی تمہید ہو یا جسکا آغاز درد سے ہو۔

ہی خلق حسد قماش لڑنے کے لیے
وحشت کدہ تلاش لڑنے کے لیے

یعنے ہر بار کاغذ باد کی طرح
ملتے ہین یہ بد معاش لڑنے کے لیے

حسد قماش وحسد شعار وہ جسنے حسد کا جامہ پہن لیا ہو اور تلاش سے تلاش معاش مراد ہے لفظ بد معاش سے یہی اشارہ کیا ہے یعنے دنیا مین دو شخصون کا ملنا ایسا ہے جیسے دو کنکوون کا ملنا کہ ملنے سے مقصود لڑنا ہے۔

دل سخت نژند ہو گیا ہے گویا
اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا

پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہین
غالب منھ بند ہو گیا ہے گویا

نژند یعنے غمگین اور چوتھے مصرع مین لفظ گویا مین ابہام کیا ہے مگر اس ابہام کی اردو و فارسی مین بہت سے لیے گئے ہین اور نہایت مبتذل ہو چکا ہے۔

دکھ جی کی پسند ہو گیا ہے غالب
دل رُک رُک کر بند ہو گیا ہے غالب

واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہین
سونا سوگند ہو گیا ہے غالب

اس رباعی کے دوسرے مصرع مین دو حرف وزن رباعی سے زائد ہو گئے ہین اور ناموزون ہے مختلف چھاپے کے سب نسخون مین بھی اور جس نسخہ کی کاپیان خود مصنف مرحوم کی صحیح کی ہوئی ہین اُس مین بھی یہ مصرع اسی طرح ہے۔ اوزان رباعی مین سے جس وزن مین سبب خفیف سب سے زیادہ ہین وہ یہ مصرع مشہور ہے ع یا می گویم نام تو یا می گریم ہی وزن پر اگر اس مصرع کو تقطیع کرین تو یون ہونا چاہیے ع دل رُک رُک کر بند ہوا ہے غالب۔ اور اس صورت مین زمین بدل جاتی ہے۔ غالباً اسی فارسی مصرع نے مصنف کو دھوکا دیا۔ اب خیال کرو غالب سا موزون طبع شخص اور ناموزون کہہ جاے بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ جو عروض کہ فارسی و اردو کہنے والون نے عربی کو ماخذ علم سمجھ کر اختیار کیا ہے یہ فرض عربی ہی زبان کے واسطے خاص ہے اُردو کہنے والون کو پنگل کے اوزان برتنا چاہئے جو زبان ہندی کے اوزان طبعی ہین جانتا ہون میرے اس مشورہ پر شعر لکھنے والے ریختہ گو ہنسینگے اور نفرت کرینگے مگر اس بات کا انکار نہین کر سکتے۔ کہ وہ ہندی زبان

عربی کے اوزان مین ٹھونس کر شعر کہا کرتے ہین اور ہندی کے جو اوزان طبعی ہین اُسے چھوڑ دیتے ہین یہ ویسا ہی ہے جیسے کوئی انگریزی قصیدہ بحر طویل مین کہے کہ کوئی انگریز اُسے موزون نہ کہیگا اسی طرح انگریزی عیسائیون نے انگریزی اوزان اور اردو زبان مین نماز کی کتابون اور مناقب مسیح نظم کیے ہین ہم لوگ اُسے دیکھکر ہرگز موزون نہ کہین گے ناموزون کلام پر بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے اس سبب سے جو کوئی اُن مناقب کو دیکھتا ہے ضرور ہنستا ہے اسکے برخلاف پنگل کے سب اوزان ہم کو بھی موزون معلوم ہوتے ہین وجہ اسکی یہی ہے کہ وہ سب اوزان ہمارے اوزان طبعی ہین اور جن اوزان کو ہم نے اختیار کر لیا ہے ان وزنون مین بتکلف ہم شعر کہتے ہین اور ہماری شاعری مین اس سے بڑی خرابی پیدا ہو گئی ہے جس کی ہمین خبر نہین مین نے انگریزی کا ایک فقرہ دیکھا جو بحر رجز مین موزون معلوم ہوا۔

LETUS · STAND STILLON PONDOR BANK

لیکن جو لوگ اہل زبان ہین انکو سنایا تو انھون نے کہا اس طرح موزون نہین ہے بعض لوگون نے عربی کو فارسی والون کے اوزان مین نظم کیا ہے مثلاً

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ

لیکن جو لوگ عربی اشعار سے مزہ اٹھانے والے ہین اُن سے پوچھو اُنکے نزدیک یہ مصرع ناموزون ہے یا یہ سمجھو کہ وزن سے جو مزہ پیدا ہو جاتا ہے وہ اس مین نہین پیدا ہوا وجہ یہ کہ اوزان مطبوع مین شعر ہو تو اہل زبان اس شعر کو شعر سمجھین اور اوزان مصنوع کی کوئی انتہا ہی نہین یہی حال پنگل والون کی نظر مین اردو شاعری و اردو اشعار کا ہے کہ وزن سے جو مزہ آنا چاہیے وہ مزہ انکو ہمارے شعر سے نہین ملتا اور مختلف زبانون کے مختلف اوزان ہونگی وجہ یہ ہے کہ ہر زبان کا خاص لہجہ ہوتا ہے اس کے اسمار و افعال کے خاص اوزان ہوتے ہین وزن شعر بھی لا محالہ جدا ہوگا مثلاً انگریزی مین عروض کا دار و مدار لہجہ کے شدت و رخا پر ہے اعداد حروف و مطابقت حرکات و سکنات کو کچھ دخل نہین اسکے برخلاف عربی کا عروض ہے کہ اسمین محض مطابقت حرکات

وسکنات وشمار حروف پر عروض کی بنا ہو شدت ورخائے لہجہ سے وزن مین کچھ
خلل نہین پیدا ہوتا ہندی مین اکثر الفاظ کے آخر مین حرف علت ہوا کرتے ہین
انھین حرفون کے مد وقصر وحذف ووقف پر پنگل کی بنا ہے قواعد پنگل مین اردو
زبان کے لیے البتہ ایک دشواری ہے کہ ان لوگون کے لہجہ مین بعض حروف
مثل لام وراو وغیرہ کے ایسے خفیف اور مخلوط سے ہین کہ ان حرفون کا شمار
حروف صحیح مین نہین بلکہ ایک قسم کا اعراب سمجھتے ہین برخلاف اردو کے
لہجہ کے کہ لام یا رے کو مثلاً تقطیع شعر مین شمار نہ کرین تو وزن ہی باقی نہین رہتا
اتنا اثر عربی وفارسی کا اردو کے لہجہ پر رہ گیا ہے میرے مرحوم پر ایک دلیل یہ ہر
کہ تفحص واستقرار کے بعد الفاظ اردو کے اجزا چار طرح کے پائے جاتے ہین
اور خود الفاظ پندرہ قسم کے۔

(۱) پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن جیسے جل۔ سن۔ لے عروض کی اصطلاح
مین اسے سبب خفیف کہتے ہین۔

(۲) پہلا حرف متحرک اور اس کے بعد دو ساکن جیسے۔ بات۔ زور۔ شور۔
ایک۔ نیک۔ وغیرہ اسکو اصطلاح مین سبب متوسط کہتے ہین۔

(۳) پہلے دو حرف متحرک اسکے بعد ایک حرف ساکن جیسے۔ کہا۔ سنا۔ لیا
وغیرہ عروضی اسے وتد مجموع کہتے ہین۔

(۴) پہلے دو حرف متحرک اسکے بعد دو حرف ساکن جیسے نشان۔ مکان۔ امیر
فقیر حصول وصول وغیرہ شعرا اسے وتد کثرت کہتے ہین اردو مین جتنے کلمات
جس جس زبان کے پاس گئے ہین اور محاورہ مین داخل ہین یا تو وہ انھین چار
چیزون مین سے کسی جزو کے وزن پر ہین جیسے تم یاد کرو مثال اور یا انھین
چارون جزون سے مرکب ہوتے ہین مثلاً۔

(۵) کسی کلمہ مین دو سبب خفیف ہین۔ جیسے ساتھا۔

(۶) کسی مین تین سبب خفیف ہین جیسے پیشانی۔

(۷) کسی مین پہلا جزو سبب خفیف ہے اور دوسرا متوسط۔ جیسے۔ خشاب۔

(۸) کسی مین عکس اسکا۔ جیسے۔ کالبد۔

(۹) کسی مین دونون سبب متوسط ہین۔ جیسے خاکسار۔

(۱۰) کسی مین پہلا جزو وتد مجموع اور دوسرا سبب خفیف ہی۔ جیسے مسرت۔

(۱۱) کسی مین عکس اسکا جیسے تہنیت۔

(۱۲) کسی مین پہلا وتد مجموع اور دوسرا سبب متوسط۔ جیسے۔ خریدار۔

(۱۳) کسی مین دونون جزو وتد مجموع ہین۔ جیسے۔ موافقت۔

(۱۴) کسی مین پہلا جزو وتد کثرت ہے اور دوسرا سبب خفیف جیسے۔ نیاریا۔

(۱۵) کسی مین عکس اسکا ہے۔ جیسے۔ اعتبار۔

بس کلمات اردو کے یہی پندرہ وزن ہین۔ تم کہو گے غلبہ اور درجہ بھی تو ایک وزن
ہے اور حیوان وجولان بھی تو وزن ہی۔ نہین ایسے الفاظ مین دوسری متحرک کو ساکن
کرکے بولتے ہین یعنی وزن انکا نامانوس وثقیل سمجھ کر منفرد کر ڈالتے ہین اور جب دوسرا
حرف ساکن ہو گیا تو غلبہ ودرجہ پانچوین قسم کے وزن مین اور حیوان وجولان ساتوین
قسم کے وزن مین داخل ہو گیا اس وجہ سے کہ اردو کی زبان توالی حرکات کی متحمل
نہین ہی اور اسی وجہ سے سبب ثقیل اور وتد مفروق اور فاصلہ اردو کے
الفاظ مین نہین پایا جاتا یہ تینون جزو الفاظ عربی کے لیے مخصوص ہین جب
یہ بات ثابت ہو گئی کہ الفاظ اردو کے اجزا چار ہی طرح کے ہین اور سبب ثقیل
ووتد مفروق وفاصلہ کبھی اردو مین جزو کلمہ نہین واقع ہوتا اور یہ بھی تم سمجھ گئے
کہ تمام زبان بھر مین الفاظ کے پندرہ ہی وزن ہین جس مین کہین توالی حرکات
نہین پائی جاتی تو اب اوزان عروض پر لحاظ کرو مثلاً ایک وزن ہے۔

فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

کہ یہ سارا وزن محض فواصل سے مرکب ہے اور ایک وزن ہے۔

مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن

کہ اسکے ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہی۔ اسی طرح اور ایک وزن ہے۔
جس مین قصائد وغزلیات وواسوخت ومراثی بکثرت ہم لوگ کہا کرتے ہین۔

فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن فَعِلَاتُن

اسکے بھی ہر رکن مین توالی حرکات موجود ہی اب خیال کرو کہ ایسے ایسے اوزان

مین جب ہم اُردو کے الفاظ باندھین گے تو اُن الفاظ کی کیا گت ہوگی۔ اور کن کن تکلفات سے اُنھین توالی حرکات پیدا کرنا پڑیگی یہی وجہ ہے کہ عمر بھر شعر کہو جب بھی ان اوزان مین فی البدیہ کہنے کی قدرت نہین حاصل ہوتی بخلاف عرب کے کہ اُنکو یہ اوزان طبعی معلوم ہوتے ہین اور اُنکا فی البدیہہ کہنا مشہور و معروف بات ہے غرض کہ غالب سے شاعر متفرد نے عمر بھر مشق کر کے بھی ان اوزان پر قابو نہ پایا اور وزن غیر طبعی ہونے کے سبب سے دھوکا کھایا۔ اس رباعی کی شرح مین سے جو کچھ مین لکھ گیا ہون وہ کتاب کے مختصات سوانح و اوقات و مغتنمات مین سے ہے و ہذا مما تفردت بہ اس مسئلہ کے متعلق ایک مفید حکایت یاد آگئی سنیے اور سوچیے ڈیون پورٹ کی کتاب الخلافہ کا ترجمہ بنگلہ زبان مین کرنا منظور تھا حیدر پور کے مسلمان بنگالی اُس کے ترجمہ کے مشتاق ہوے تھے اور اہل ہٹیا برج سے اس امر کی درخواست کی تھی اس پر کبھی بنگالیون سے ہم لوگون نے اُجرت ترجمہ کے متعلق گفتگو کی ہر ایک نے یہی خواہش کی کہ ہمین اجازت دو کہ نظم مین اُسکا ترجمہ کرین کیونکہ نثر سے نظم ہمکو سہل معلوم ہوتی ہے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل | سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمائش | گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

لفظ گویم مین ایہام ہے شعر کہنا بھی اس سے مراد ہے اور اُنکی بات کا جواب دینا بھی مقصود ہے۔

بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال | ہے لطف و عنایت شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال | ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

چوتھا مصرع میرے عندیہ مین بے معنے ہے اکثر شعرا اس طرح کی باتین بناتے ہین اور معنی کی خبر نہین رکھتے ہان جہان معنی بھی باقی رہ جائین وہان لطف پیدا ہوتا ہے جیسے نعمت خان عالی کہتے ہین ؎

نقطۂ بے جا اگر افتد زبان گردد زیان | خامشی ہر وقت خوب ست سخن جا خود نعمت است

یا عربی مین کسی بزرگ کا قول ہے کہ عزلت بے عین عبادت زلت اور بے زائے زہد علت ہے۔

ہین شہ مین صفات ذوالجلالی باہم | آثار جلالی و جمالی باہم
ہون شاد نہ کیون سافل و عالی باہم | ہے اب کے شب قدر و دوالی باہم

اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دوالی کی بت پرستی مرتبہ سافل ہے اور شب قدر کی عبادت درجہ عالی ہے۔

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے | تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر مین گانٹھ | ہے صفر کہ افزائش اعداد کرے

مصحفی کی زبان پر گانٹھ کا لفظ تھا مگر اب متروک ہے۔

اس رشتہ مین لاکھ تار ہون بلکہ سوا | اتنے ہی برس شمار ہون بلکہ سوا
ہر سیکڑہ کو ایک گرہ فرض کرین | ایسی گرہین ہزار ہون بلکہ سوا

لکھنؤ کی زبان مین سیکڑہ اور سیکڑون مین نون غنہ نہین ہے اور دلی کے لوگ نون کے ساتھ بولتے ہین۔

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین | عشاق کی پرسش سے اُسے عار نہین
جو ہاتھ کہ ظلم سے اُٹھایا ہوگا | کیونکر مانون کہ اُس مین تلوار نہین

تیسرے مصرع مین ایہام ہے یعنی ہاتھ اُٹھانا مارنے کے معنے پر بھی ہے اور قطع تعلق کرنے کو بھی ہاتھ اُٹھانا کہتے ہین۔

ہم گر چہ بنے سلام کرنے والے | کرتے ہین درنگ کام کرنے والے
کہتے ہین کہین خدا سے اللہ اللہ | وہ آپ ہین صبح و شام کرنے والے

سلام کرنے والے امیدوار کام نکالنے والے اہل مقدمات یعنے ہم سے وہ کہتے ہین کہ جاؤ اللہ اللہ کرو تو اللہ میان خود ہی صبح و شام کرتے ہین۔

سامان خور و خواب کہان سے لاؤن — آرام کے اسباب کہان سے لاؤن
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن — خسخانہ و برف آب کہان سے لاؤن

یعنے روزہ کے وجوب کا اذعان بالقلب و اقرار بحرف مجھے ہے اگر سامان ہوتا تو عملاً بھی کرتا۔

ان سیم کے بیجون کو کوئی کیا جانے — بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیوینگے ہم دعائین سو بار — فیروزہ کی تسبیح کے ہین یہ دانے

یعنی روٹی اور شاہ پسند دال بادشاہ نے خاصہ مین سے بھیجی تھی اگر سیم کے بیجون کا بھی سالن آتا تو تسبیح نہ بن سکتی ڈالی مین کچے بیج آئے تھے اُس سے فیروزہ کی تسبیح گو نہ بنے گر عطیہ شاہی مین سو بار گن کر دعا دین گے۔

Accession numbers
89503
Date: 28.2.06
A.A.W

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو کی بہترین کتابین

دیوان حالی مع مقدمہ شعر و شاعری مولانا حالی کا دیوان اور اُسکا مقدمہ ۲۵ سال سے زائد عرصہ گذرا جب چھپا تھا الحمد للہ کہ اب پھر ہم نے بڑی کوشش اور محنت سے اسکو شایع کیا ہے۔ دیوان جسقدر قدر و قیمت کا مستحق ہے ارباب ذوق سے پوشیدہ نہین مقدمہ جسمین شعر و شاعری کی حقیقت پر فاضلانہ تبصرہ کیا گیا ہے اُردو زبان مین ایک نادر الوجود اور نہایت قیمتی چیز ہے قیمت قسم اعلی مجلد ۳ روپے / غیر مجلد ۲ / قسم ادنی مجلد ۱ / غیر مجلد ۱ /

سفرنامہ روم و شام و مصر مولانا شبلی نعمانی کا مشہور سفرنامہ جس سے حالات حاضرہ مین مطالعہ بلاد اسلام مین مدد ملتی ہے قیمت ۶ /

موازنہ انیس و دبیر مولانا شبلی نعمانی کا مشہور تبصرہ جو شاعری کا ایک مبسوط کارنامہ ہے قیمت ۲ روپے /

آفتاب داغ معہ حالات مصنف عرصہ بیس سال کے بعد معہ حالات مصنف از ابتداء عمر تا وفات نہایت عمدہ کاغذ پر طبع ہوا ہے۔ قیمت عہ /

مجموعہ کلام شبلی مولانا شبلی کے اُردو کلام کا مجموعہ حال ہی مین تیسری بار طبع ہوا ہے جسمین مثنوی قومی مسدس، سیاسی تاریخی و اخلاقی نظمین و قطعات و غزلیات و مرثیے غرضکہ جملہ اصناف کا کلام جمع کیا گیا ہے قیمت ۱۲ /

کلیات نعت غزل مین میر و غالب قصیدہ مین ذوق و سودا مثنوی مین میر حسن و نسیم اور مرثیہ مین انیس و دبیر کی جو منزلت ہے نعت گوئی مین وہی مرتبہ حضرت محسن کاکوروی کا ہے یہ انھین کا کلیات ہے جسکا ہر ہر شعر عشق رسول مین ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت عہ /

عورتون کی انشا مصنفہ بیگم صفدر علی۔ شریف خواتین کو اُردو مین خطوط نویسی سکھانیوالی کتاب اس درجہ کی نہین لکھی گئی ہر شریف گھرانے مین ایک جلد اس کتاب کی رہنا چاہیے عہ /

واقعات کربلا میر انیس مرحوم کے ایک ہی بحر کے منتخب مرثیون مین سے چیدہ چیدہ بندون کو ایسی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے متعلق ابتدا سے انتہا تک کے کل واقعات ایک مسلسل داستان کی صورت مین پیش ہوجاتے ہین قیمت عہ /

اساس التعلیم بچونکی ابتدائی تعلیم کن اصولون پر ہونی چاہیے علمی اور عملی تدابیر قیمت ۶ /

منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیر بہدف مجربات

اکسیر حیات جملہ جسمانی تکالیف، درد موچ، چوٹ، زخم، وجع المفاصل، بواسیر، رقت، سرعت جریان ... پیٹ کے درد وغیرہ کے لیے اس سے بہتر دوا اس صدی میں ایجاد نہیں ہوئی، سفر حضر دورہ اور گشت میں اسکا رکھنا نہایت ضروری ہے، قیمت فی شیشی عہ نمونہ کی شیشی ۸/ محصولڈاک وپیکنگ ...

اکسیر مراد جریان، کثرت احتلام کو دور کرتا ہے، درد سر و کمر و سستی و کمزوری کا دافع ہے، اعضائے رئیسہ کو قوت ... مغلظ و ممسک بھی ہے، توانائی و قوت دینا اسکا ضروری فعل ہے، قبل استعمال اپنا وزن کیجیے اور ... کے بعد پھر وزن کرکے اسکے عجیب و غریب اثر کو ملاحظہ فرمائیے، ایک ہفتہ کی خوراک عہ دو ہفتہ ... محصول ...

نمک فخری بدہضمی، پیٹ کے درد، نفخ، کھٹی یا جلی ڈکاروں، کمی اشتہا اور ضعف معدہ کے لیے بہترین نمک۔ نمک فخری کی مقبولیت کا یہی راز ہے کہ حلق سے اترتے ہی معدہ کی اصلاح شروع ہو جاتی ہے، جو لوگ معدہ کی شکایات سے مایوس ہو چکے ہوں ایک بار تجربہ کریں، ہر گھر اور ہر خاندان میں اس کی ایک شیشی کا موجود رہنا نہایت ضروری ہے، قیمت شیشی کلاں عہ شیشی متوسط ۸/ نمونہ ۴/ محصولڈاک وپیکنگ ہر صورت میں ۷/

حبوب آتشک ... ایسے موذی مرض میں نہایت ہی کہنہ مرض یقیناً دور ہو جاتا ہے۔ ان حبوب پر ... خصوصاً اس وجہ سے کہ جناب حکیم عبد المجید خان صاحب ... اس نسخہ کی قیمت تین ہزار روپیہ عنایت فرماتے تھے واقعی یہ نسخہ ایسا ہی بے مثل ہے، بڑی ... ہے کہ اور دواؤں کی طرح اس کے استعمال سے نہ منہ آتا ہے اور نہ قے اور نہ دست کی مطلق تکلیف ... ہے اور طرہ یہ کہ پھر کبھی یہ مرض تمام عمر عود نہیں کرتا، قیمت عہ محصولڈاک وپیکنگ ۷/

نمک انواری درد گردہ، ریگ مثانہ و پتھری کے لیے اپنا مثل نہیں رکھتا، دمہ کے لیے ... مفید ہے، جو حضرات مختلف معالجات سے پریشان ہو کر نا امید ہو چکے ... الحمد للہ کہ نمک انواری اُن کے لیے ہمیشہ تریاق و اکسیر ثابت ہوا، قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی متوسط ۸/ شیشی نمونہ ۴/ محصولڈاک وپیکنگ ہر صورت میں ۷/

سرمہ حسینی غبار، دھند، جالا، رتوندی اور ضعف بصارت کے لیے بے مثل و بے نظیر سرمہ ہے، اگر اعتبار نہ ہو تو بطور آزمائش چند روز استعمال فرمائیے، تاکہ تجربہ کے بعد ہماری سچائی اور صداقت ثابت ہو، قیمت فی تولہ عہ نصف تولہ ۸/ محصولڈاک وپیکنگ ہر صورت میں ۷/ (۲/ کے ٹکٹ بھیجنے پر نمونہ فوراً بھیجا جاتا ہے)

المشتہر

مظہر محسن نمبر ۵۳ وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ